رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸ رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM WEEKLY QADIAN.

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جسکو
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم

دور جدید

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

چہ گویم با تو گر آئی بہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ
والیان ریاست سے ۵۰ر
رؤسا و امراء سے ۱۵ر
معاونین سے ۱۰ر
عوام سے ۶ر
ممالک غیر سے ۷/۸

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے
ہر انگریزی ماہ کی
۷ر ۱۴ر ۲۱ر ۲۸ر
تاریخ کو
خدا کے فضل اور
رحم کے ساتھ
شائع ہوتا ہے

جلد ۳۷ | قادیان دار الامان مورخہ ۱۴ر ستمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۲۷ر جمادی الاول ۱۳۵۳ھ یوم جمعۃ المبارک | نمبر ۳۲

الحکم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی ہے کہ آپ الحکم کو پھر جاری کرنے لگے ہیں اللہ تعالیٰ برکت دے اور ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کرے الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کیلئے زندہ ہے سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللھم آمین

خاکسار
مرزا محمود احمد

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

حضرت والد صاحب قبلہ کی روانگی بمبئے

یکم ستمبر ۱۹۳۴ء کو حضرت قبلہ والد صاحب بمبئی کچھ دنوں کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کی طبیعت ابھی تک بحال نہیں ہوئی۔ ضعف کے جو دورے ہوتے تھے وہ اب بھی ہو جاتے ہیں لیکن ایک مقدمہ کی وجہ سے جو اخبار سالار کے مالک اور منیجر کے خلاف حیدر آباد کے کسی نواب لشکر خان کی طرف سے ہوا ہوا ہے۔ اس میں ان کی حاضری لابدی تھی۔ اسلئے مجبوراً جانا پڑا۔ "سالار" نے نواب لشکر خان صاحب کے خلاف تو کوئی مضمون نہیں لکھا۔ مگر ایک ایسے مضمون کی بنا پر جس میں بعض پولیس افسران کے خلاف ایک فیصلہ ہوا تھا۔ سالار نے اس فیصلے کو لکھتے ہوئے انسپکٹر جنرل پولیس حیدر آباد کے رویہ کی تعریف کی تھی۔ اس میں کسی شخص کا ذکر نہیں۔ اور نہ کسی کا نام ہے۔ نواب صاحب موصوف کہتے ہیں کہ اس سے میری توہین ہوئی ہے۔ اور صحت کو بھی صدمہ پہنچا ہے۔

ہمکو معلوم نہیں ہو سکا کہ نواب صاحب کی توہین اس سے کسطرح ہوئی۔ الغرض اس بیماری کی حالت میں حضرت والد صاحب کو جانا پڑا۔ مقدمہ کے حالات موصول ہونے پر آئندہ اشاعت میں درج کر دیئے جائینگے۔

احباب جماعت سے عرض ہے کہ وہ حضرت والد صاحب قبلہ کی صحت اور مقدمہ میں فریق مخالف کی ناکامی کی دعا فرماتے رہیں۔ اللہ تعالےٰ خیریت سے لے جائے اور خیریت سے رکھے اور اپنے فضل سے فتح دے اور وہ خدا تعالےٰ کے فضلوں اور نصرتوں کو لے کر واپس آئیں۔ اور پھر سلسلہ کی بیش از بیش خدمت کر سکیں۔

۹۸ لائبریریوں کیلئے الحکم کا مطالبہ

افسوس ہے کہ اس ہفتہ میں کسی صاحب نے اس تحریک میں حصہ نہیں لیا۔ یہ تحریک کوئی معمولی تحریک نہیں۔ اور اس کی غرض صرف اخبار کی اشاعت نہیں۔ بلکہ سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت مقصود ہے

الحکم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت اور حضور کے ملفوظات کو شائع کر رہا ہے۔ حضور کی سیرت اور حضور کے ملفوظات انسانی قلب میں ایک نور ایمان پیدا کرتے ہیں۔ اور تمام اندرونی ظلمتوں کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر **تربیت اخلاق** کا کوئی ذریعہ نہیں اور اس سے بہتر کوئی تبلیغ کا طریق نہیں کہ خود اس انسان کامل کو پیش کیا جائے جس کے سمجھنے کے لیے لوگ جھگڑا کرتے ہیں۔

الحکم کے متعلق احباب کی جو آراء شائع ہوئی ہیں ان کو پڑھ معلوم ہوگا کہ الحکم کی قبولیت کا راز سیرت اور ملفوظات و مکتوبات امام میں ہے۔ پس جو لوگ اس کی اشاعت میں آگے قدم بڑھائینگے۔ وہ الحکم کی نہیں بلکہ اس مشن کی خدمت کرینگے۔ جس کو لے کر اس زمانہ کا راستباز نبی اور رسول آیا۔

پس میں

ان دلوں کو پکارتا ہوں

جن کے اندر اس مشن کی اشاعت کی آگ ہے وہ آگے آئیں۔ وہ ہندوستان کے ایسے شہروں اور ایسے صوبجات کی لائبریریوں میں الحکم رکھوا دیں۔ جہاں احمدیت نہیں پھیلی۔

ان کا یہ فعل اس علاقے کی تبلیغ کا باعث ہوگا اور جو شخص اس سے متاثر ہوگا اس کے اعمال حسنہ میں سے اس کو بھی

ثواب ملے گا۔

مالکان انگلش ویر ہوس کو صدمہ

یہ خبر بہت افسوس سے پڑھی جائے گی کہ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم و مغفور کی حرم محترم اور شیخ عبد الحمید صاحب و شیخ صالح محمد صاحب و شیخ عبد الحنان صاحب و شیخ فضل محمد صاحب مالکان انگلش ویر ہوس کی والدہ محترمہ بقضاء الٰہی فوت ہو گئی ہیں۔ مرحومہ ایک نیک اور مخیر خاتون تھیں۔ شیخ رحمت اللہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خدام میں سے تھے۔ ان کو حضور سے بڑی محبت تھی۔ افسوس ہے کہ خلافت ثانیہ میں ان کو اپنے دوستوں کی وجہ سے خلافت سے وابستگی نہ رہی۔ تاہم ان کی نگاہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کا احترام تھا ہم کو اس صدمہ میں مالکان انگلش ویر ہوس سے قلبی ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

(محمود احمد عرفانی)

محمد ذکریا

اخبار نویس کی زندگی ایک پبلک مین زندگی ہوتی ہے اس کے اخبار کے خریدار اس کے کنبے کے افراد خیال کئے جاتے ہیں۔ جو اس کے دکھ اور درد میں شریک ہوتے ہیں۔ دو ہفتہ قبل میں عزیز مکرم شیخ یوسف علی صاحب عرفانی کے گھر میں تیسرے بچے کی پیدائش کی خبر دے چکا ہوں۔ جو حضرت والد صاحب قبلہ کا چھٹا پوتا ہے۔ اس پر بہت سے مخلص احباب کی طرف سے خطوط مبارکباد موصول ہوئے ہیں۔ اور وہ اس خوشی میں شریک ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان سب محترم احباب کو بھی بیشمار ایسی خوشیاں دکھائے۔

حضرت اقدس نے اس مولود مسعود کا نام **محمد ذکریا** تجویز فرمایا ہے خدا تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ اس بچے کو اسم بامسمےٰ بنا دے۔ اور اسے ایسا خادم دین بنائے کہ خاندان یعقوب اسکے وجود سے فخر کرے۔ احباب سے بھی درخواست ہے کہ وہ بھی اسی کے لیئے دعا فرمائیں

(محمود احمد عرفانی)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دینا اشد ضروری ہے۔ اکثر خطوط کی تعمیل صرف اسی وجہ سے دفتر کرنے سے معذور ہے کہ ان پر خریداری نمبر نہیں۔ جب آپ خط و کتابت فرمائیں تو اپنا خریداری نمبر ضرور دیں۔ (منیجر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مکتوبات اپنی زندگی میں مختلف مذاہب کے لیڈروں اور مبلغین کو لکھے اور اپنے مخالفین اور دوستوں کو وقتاً فوقتاً تحریر فرمائے۔ وہ اسوقت تک چھ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور چار جلدیں اس سلسلہ کی اور باقی ہیں۔ اور یہ خطوط جو دوستوں کو لکھے ہیں۔ اپنے اندر ایک زندگی کی روح اور قوت رکھتے ہیں۔ نہایت ہی بیش قیمت مضامین پر مشتمل ہیں۔ تصوف کی حقیقت اور قرب الٰہی کے حصول کے سادہ اور آسان طریق۔ غرض عجیب عجیب مضامین پر بحث ہے۔ خدا تعالیٰ پر زندہ ایمان اور دعاؤں کی قبولیت کے راز اور دعاؤں کے اثر اور قوت اعجاز کا ایک لطیف بیان ان میں ملے گا ــــ اور جو خطوط مخالفین اسلام اور سلسلہ کو لکھے ہیں ان میں صداقت کے زبردست دلائل قرآن مجید سے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اعجازی قوت، جلالی و جمالی شان کا اظہار پر شوکت الفاظ میں کیا گیا ہے۔ غرض یہ مجموعہ قابل دید ہے۔ ہر جلد کی قیمت جو کچھ بھی نہیں صرف ایک روپیہ ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ **الحکم بکڈپو قادیان دار الامان ضلع گورداسپور پنجاب**

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

حضرت حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک کی روایات

حضرت حافظ نور محمدؐ صاحب فیض اللہ چک ضلع گورداسپور کے رہنے والے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں وہ ۸۳-۱۸۸۴ء کے قریب سے حاضر ہونے لگے۔ اور اسوقت ان کی جوانی کا آغاز تھا۔ حافظ صاحب کے ذاتی احوال کا تذکرہ انشاء اللہ العزیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے حالات میں آئے گا۔ اس وقت میں صرف احباب سے تعارف کے لئے اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ حافظ صاحب ایک **متقی اور مستقیم الاحوال** بزرگ ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے انھیں الہام و کشف کی نعمت سے بھی حصہ دیا ہے۔ اگرچہ وہ قادیان سے چند میل کے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اور آپ کے بعد اکثر قادیان آتے رہتے ہیں۔ اور بعض اوقات دیر دیر تک یہاں مقیم رہتے رہے ہیں ستار کر صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل آپ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ حافظ صاحب اپنے اخلاص اور صدق و وفا میں ایک قابل قدر بزرگ ہیں۔ قرآن مجید کے حافظ ہیں اور اپنے گاؤں میں قرآن کریم کے درس تدریس کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری رکھتے آئے ہیں حافظ صاحب کی یہ روایات علی العموم انھیں کے اپنے الفاظ میں ہیں۔ پہلے بھی انھوں نے بعض روایات بیان کی تھیں۔ جو سیرۃ المہدی میں حضرت مخدومی صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد نے شائع کر دی تھیں۔ میرے سلسلہ روایات میں اگر وہ روایات آئیں تو میں نے احتیاط کی ہے کہ اگر کسی روایت میں کوئی بات رہ گئی ہو تو اسے چھوڑ نہ دیا جاوے۔ (عرفانی)

(۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں کیونکر پہنچے؟

حافظ نور محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ:—

"جب ہم قرآن شریف حفظ کرتے تھے تو میرے ایک ہم مکتب ساتھی **حافظ حامد علی** (رضی اللہ عنہ) صاحب تھے۔ اس زمانہ میں مرزا غلام قادر صاحب مرحوم نے حافظ محمد جمیل صاحب کو قرآن شریف رمضان میں سننے کے لئے بلوایا تھا۔ اور حافظ حامد علی صاحب انکے ہمراہ گئے تھے (حافظ محمد جمیل حافظ صاحب کے استاد تھے۔ عرفانی) وہ حضرت صاحب کو دیکھ گئے تھے ۸۳-۱۸۸۴ء میں پٹھان کوٹ ریلوے جاری ہوئی ہوئی تھی۔ حافظ حامد علی صاحب اپنی سسرال موضع کرالیاں کو گاڑی پر سوار ہو کر جارہے تھے۔ بس گاڑی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات ہوگئی۔ حافظ صاحب چونکہ بیمار تھے (انھیں سنگرہنی کی بیماری تھی۔ عرفانی) انھوں نے حضرت صاحب سے عرض کی کہ میرا کچھ علاج فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں امرتسر ہو آؤں اور تم کرالیاں سے پھر میرے پاس قادیان میں آکر ایک ہفتہ رہنا۔ پھر میں علاج کروں گا۔ اس کے بعد حافظ صاحب کرالیاں سے جب واپس آئے تو قادیان گئے اور ایک ہفتہ رہ کر پھر اپنے گاؤں میں گئے حضرت صاحب نے فرمایا دو ہفتہ اور رہو۔ ایک ہفتہ کے بعد حافظ صاحب گاؤں میں آئے تو ہم سے ذکر کیا کہ

مرزا صاحب بڑے بزرگ ہیں اور صاحب الہام ہیں

حافظ حامد علی صاحب کی بات سن کر مجھے ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ اور میں نے اپنے والد صاحب سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ اسوقت موحدین یعنی غیر مقلدین کا بڑا چرچا تھا میرے والد صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب اگرچہ **موحد** ہیں مگر **حفظ مراتب** کو سمجھتے ہیں۔ اسلئے ان کے پاس بے شک چلے جاؤ۔ جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا تو اسوقت **مسجد مبارک** جو پہلی مسجد حضرت مسیح موعود کی بنا کردہ۔ عرفانی) تعمیر بن رہی تھی۔ اور اس کی پہلی چھت پر مٹی پڑ رہی تھی (پہلی چھت سے مراد وہ چھت ہے۔ جو اب درمیان مسجد ہے۔ کیونکہ یہ مسجد کوچہ کو مسقف کر کے بنائی گئی ہے۔ عرفانی)

حضرت صاحب بیت الفکر میں تھے وہاں ہی آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے حالات دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ

کچھ قرآن شریف سناؤ

میں نے سورۃ عمّ یتسائلون پڑھ کر سنائی۔ آپ سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ

مومن کو قانع رہنا چاہیئے

یہ پہلی نصیحت فرمائی۔ اور فرمایا کہ **بار بار ملاقات کرنی چاہیئے** کیونکہ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں"

اسی وقت سے میرے دل میں حضرت کی محبت پیدا ہوگئی ایک رات رہ کر میں چلا گیا۔ اسی بیت الفکر میں ٹھہرا۔ پھر طبیعت میں بڑا شوق پیدا ہوگیا۔ اسلئے ہر ہفتہ عشرہ میں حاضر خدمت ہو جایا کرتا تھا۔ ایک دو راتیں رہ کر چلا جایا کرتا تھا۔ ان دنوں میں نے دیکھا کہ حضور کی زبان مبارک پر سبحان اللہ اور سبحان اللہ وبحمدہ کے الفاظ اکثر رہتے تھے۔

(**نوٹ**) حضرت حافظ صاحب کی اس روایت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قرآن کریم سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہ حضور ہر وقت علی العموم ذکر الٰہی کرتے رہتے تھے۔

(۲)

ہوشیارپور میں محرم اور **دسہرہ** کے موقعہ پر فساد ہوگیا تھا۔ وہاں ایک رئیس شیخ مہر علی صاحب قوم ککے زئی رہتے تھے سارا مقدمہ انھیں پر ڈالا گیا۔ یہاں تک کہ ان کو پھانسی کا حکم ہوگیا اور جائداد کی ضبطی کی بھی سزا ملی۔ حضرت صاحب ان دنوں شیخ مہر علی صاحب کے لئے دعا فرماتے تھے۔ اور ہم جب حاضر ہوتے تھے تو ہم کو بھی دعا کے لئے فرماتے تھے۔ اور فرماتے کہ اگر کوئی خواب آئے تو بتانا۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے صحابہ کی خوابیں سنا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ شیخ مہر علی صاحب کے لئے دعا کر کے سونا شائد کسی کو خواب آئے۔

نوٹ شیخ مہر علی صاحب ہوشیارپور کے ایک خاندانی رئیس تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان سے ان کے خاندان کے مراسم تھے خود شیخ صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی اور تقویٰ و طہارت پر بہت حسن ظن تھا۔ ہوشیارپور جب آپ کبھی تشریف لے جاتے تو ان کے ہی مکان پر قیام فرماتے تھے اور اس لحاظ سے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی شیخ صاحب سے محبت تھی شیخ صاحب پر جو ابتلا آیا اس کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبل از وقت دے دی گئی تھی۔ اور آپ نے ان کو اطلاع بھی دیدی تھی اور یہ بشارت بھی آپ کو مل چکی تھی کہ آپ کی **دعا ہی سے وہ مصیبت دور ہوگی**۔ اسلئے ان ایام میں آپ ان کے لئے بکثرت دعا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی دعا کے لئے فرماتے تھے۔ اس سے حضور کے **انکسار اور تواضع** للہ کا بھی پتہ لگتا ہے۔

(۳)

اسوقت جبکہ حضرت نے فرمایا کہ دعا کر کے سونا میرے ساتھ حافظ نبی بخش صاحب (جو حکیم مولوی فضل رحمٰن صاحب مبلغ افریقہ کے والد بزرگوار ہیں۔ اور آجکل قادیان ہی میں رہتے ہیں۔ عرفانی) میرے ساتھ تھے (حافظ صاحب کے ساتھ حافظ نبی بخش صاحب بھی عموماً آیا کرتے تھے) انھوں نے ہنس کر عرض کیا

یہ بڑے وظیفہ کرتے ہیں

میں نے عرض کیا کہ میں تو کوئی وظیفہ نہیں کرتا صرف قرآن شریف ہی پڑھتا ہوں تو حضرت صاحب مسکرا کر فرمانے لگے کہ نور محمد۔ تمھاری تو یہ مثال ہے کہ کسی شخص نے کسی کو کہا کہ یہ شخص بہت بڑے اعلےٰ کھانے کھاتا ہے تو اس نے کہا کہ میں تو صرف پلاؤ ہی کھاتا ہوں۔ پلاؤ سے بڑھ کر اور کیا کھانا ہوگا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ

قرآن شریف سے بڑھ کر اور کونسا وظیفہ ہے یہی بڑا اعلیٰ وظیفہ ہے۔

(۴)

ہمارا یہ دستور تھا کہ جب ہم دونوں یعنی میں اور حافظ نبی بخش صاحب) آتے تھے تو حضرت صاحب کے پاس ایک تخت پوش تھا جس پر ہم سویا کرتے تھے۔ بایں نیت کہ حضرت صاحب

جب تہجد کے لئے اُٹھیں گے تو ہم بھی تہجد میں شریک ہو جائینگے ۔ آپ چپ چپاتے اُٹھتے اور تہجد پڑھ لیتے ۔ اور ہم کو خبر بھی نہ ہوتی تھی ۔ تہجد پڑھ کر آپ لیٹ جاتے تھے اور چراغ بجھا دیتے تھے ۔ ایک دفعہ لیٹتے وقت آپ چراغ بجھانے لگے ۔ تو ہم کو خبر ہوئی کہ آپ تہجد پڑھ چکے ہیں ۔

(۵)

ایکدفعہ مغرب کے بعد اس کوٹھری میں حضرت اقدس کے ہمراہ میں اور حافظ نبی بخش صاحب بیٹھے ہوئے تھے ۔ حضرت چارپائی پر تھے ۔ اور حافظ نبی بخش صاحب تخت پوش پر میرے پاس ایک مونڈھا چار پانچ فٹ لمبا تھا ۔ اسپر میں لیٹ گیا ۔ مونڈھا بیچ میں گہرا تھا ۔ فرمانے لگے نبی بخش آپ کہاں سوئیں گے مسجد میں یا باہر کے صحن میں ۔ **نور محمد تو تحلہ کی مشق کر رہے ہیں**

(**نوٹ**) سیرۃ المہدی میں جو روایت درج ہے اس کی تصریح میں خود حافظ صاحب کا یہ بیان درج ہے کہ بات یہ تھی کہ اسوقت جہاں میں لیٹا ہوا تھا میرے نیچے ایک ٹکڑا سرکنڈے کا پڑا ہوا تھا جو قدِ آدم لمبا تھا ۔ اسے دیکھ کر آپ نے بطور مزاح ایسا فرمایا ۔ کیونکہ دستور ہے کہ مرد کو کسی سرکنڈے سے ناپ کر لحد کو اس کے مطابق درست کیا کرتے ہیں ۔

اس روایت کی تصریح مزید میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ

" خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت نہایت بامذاق واقع ہوئی تھی ۔ اور بعض اوقات آپ اپنے خدام کے ساتھ بطریق مزاح بھی گفتگو فرما لیتے تھے ۔ دراصل حدِ اعتدال کے اندر جائز خوش طبعی بھی زندہ دلی کی علامت ہے ۔ اور حدیث شریف میں آتا ہے ۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی بعض اوقات اپنے صحابہ سے خوش طبعی کے طریق پر کلام فرماتے تھے ۔ چنانچہ حدیث میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضؓ اور بعض دوسرے صحابہ کھجوریں کھا رہے تھے ۔ آپ کو حضرت علی کے ساتھ مزاح کا خیال آیا ۔ اور آپ نے اپنی کھائی ہوئی کھجوروں کی گٹھلیاں بھی حضرت علی کے سامنے رکھنی شروع کر دیں اور بعد میں فرمایا کہ دیکھو کس نے زیادہ کھجوریں کھائی ہیں؟ چنانچہ دیکھا تو حضرت علی کے سامنے کھجوروں کی گٹھلیوں کا ایک خاصہ ڈھیر لگا رکھا تھا ۔ کیونکہ علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صحابہ نے بھی اپنی گٹھلیوں کا بیشتر حصہ حضرت علی کے سامنے جمع کر دیا تھا ۔ یہ دیکھ کر حضرت علی پہلے تو کچھ شرمائے کہ میں سب سے زیادہ پیٹو ثابت ہوا ۔ لیکن جوانی کی عمر تھی اور ذہن بھی رسا رکھتے تھے فوراً بولے بات یہ ہے کہ میں نے تو صرف کھجور کا گودا کھایا ہے ۔ اس لئے میرے سامنے گٹھلیاں نظر آتی ہیں ۔ لیکن دوسرے لوگ تو گٹھلیاں بھی ساتھ ہی چٹ کر گئے ہیں ۔ اس لئے ان کے سامنے گٹھلیاں نظر نہیں آتیں ۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہنسے ۔

اسی طرح ذکر آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عمر رسیدہ بوڑھی عورت نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میرے واسطے دعا فرمائیں کہ خدا مجھے جنت میں جگہ دے ۔ آپ نے فرمایا کہ جنت میں تو کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی ۔ وہ بیچاری بہت گھبرائی ۔ مگر آپ نے جلدی ہی یہ کہہ کر اس کی تسلی کی کہ بات یہ ہے کہ جنت میں سب لوگ جوان بنا کر داخل کئے جائینگے ۔ غرض جائز اور مناسب مزاح شانِ نبوت کے منافی نہیں ۔ بلکہ زندہ دلی کی علامت ہے ۔ اور مجھ سے ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہایت بامذاق طبیعت رکھتے تھے ۔ اور بعض اوقات تو خود ابتداءً مزاح کے طور پر کلام فرماتے تھے ۔"

(۶)

اسی زمانہ میں حضرت صاحب عصر کے بعد سیر کو تشریف لے جایا کرتے تھے ہم دو تین اشخاص ہمراہ ہوتے تھے ایک روز موضع بٹر کے راستہ (وہ راستہ جو دار العلوم اور دار الرحمت کے درمیان جاتا ہے ۔ عرفانی) کی طرف سیر کو گئے ۔ مولوی عبد الحق صاحب پٹیالوی بھی ساتھ تھے ۔ اور مدرسہ تعلیم الاسلام کے راستہ میں جو کچا تالاب آتا ہے ۔ وہاں وہ وضو کرنے لگے تو حضرت نے مولوی عبد الحق صاحب (جن کو وضو کرتے وقت طہارت میں شبہ رہتا تھا) کو فرمایا کہ میاں عبد الحق اس طرح وضو کیا کرو اور آپ نے وضو کر کے تبلایا اور تین دفعہ سے زیادہ نہ کرو ۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ تھے اُن کو وضو میں بہت وہم ہوا کرتا تھا ۔ اُنھوں نے وضو پر کئی مشکیں خرچ کر دیں پھر بھی تسلی نہ ہوئی ۔ پھر ایک دریا پر چلے گئے اور اس کے اندر داخل ہو کر وضو کرنے لگے ۔ آپ کا ایک مرید تھا اس نے کہا کہ حضور ظہر کا وقت چلا گیا ہے ۔ اب عصر کا وقت آ گیا ہے ۔ تو کہنے لگے کہ تسلی تو نہیں ہوئی مگر خیر نماز پڑھ لیتے ہیں ۔ فرمایا کہ وضو میں وسوسہ **ڈالنے والا ایک شیطان ہے جس کا نام ولہان ہے وہ ہمیشہ وسوسہ ڈال کر نماز سے محروم کر دیتا ہے**

جب آپ سیر کو بعد عصر تشریف لے جاتے تھے تو بعض اوقات مغرب کی نماز باہر ہی پڑھ لیتے تھے ۔ مجھے امام کر لیتے تھے ۔ اور آپ مقتدی ہو جاتے تھے ۔

(**نوٹ**) مولوی عبد الحق پٹیالوی بہت ہی مخلص بزرگ تھے ۔ اور حضرت اقدس کی خدمت میں بہت پُرانے آنے والوں میں سے تھے ۔ ذی علم آدمی تھے ۔ اور فارغ البال تھے ۔ اب کچھ عرصہ سے قادیان ہی میں رہتے تھے ۔ اور مجذوبانہ حالت ہو گئی تھی دیہات میں پھرتے رہتے ۔ آخر بیمار ہو گئے ۔ اور نور ہسپتال میں زیر علاج رہے ۔ کچھ اچھے ہوئے تھے کہ باہر چلے گئے ۔ اور بالآخر پٹیالہ میں جا کر فوت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون (عرفانی)

(۷)

ایکدفعہ میں نے اجازت چاہی کہ میں جانا چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ نہیں **آج رہو آج اجازت نہیں ملتی** ۔ الہام ہوا کہ

فلو القیٰ معاذیرہ

یعنی اگر عذر بھی کریں آج اجازت نہیں ملتی ۔ اسی روز عصر کے بعد فرمایا کہ سیر کو کدھر چلیں ۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت تتلے کی نہر کی طرف چلیں ۔ حضور نے مسکرا کر فرمایا کہ

" میاں نور محمد ! تمھاری تو وہ بات ہے کہ کسی نے بھوکے سے کہا کہ ایک اور ایک کتنے ہوتے ہیں تو اس نے کہا کہ **دو روٹیاں** —— پھر دوسرے آدمی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان کا منشاء یہ ہے کہ ہم تتلے کو چلیں ۔ اور یہ وہاں سے اپنے گاؤں چلے جائیں ۔

(**نوٹ**) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ہمیشہ معمول تھا کہ اپنے خدام اور مہمانوں کو ہمیشہ زیادہ قیام کے لئے اصرار فرمایا کرتے تھے اور ان سے نہایت بے تکلفی سے پیش آتے ۔ تاکہ وہ تکلیف نہ اٹھائیں ۔ (عرفانی)

(۸)

ایک دفعہ میں نے عرض کی کہ حضور ہمارے گاؤں میں بھی کبھی بطور سیر تشریف لائیں ۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں !

اسی زمانہ میں ایک ڈپٹی فتح علی شاہ کنجراں کی کوٹھی میں رہتے تھے آپ انکے ملنے کے لئے قادیان سے پالکی میں سوار ہو کر تشریف لے گئے ۔ جب وہاں پہنچے وہ وہاں موجود نہ تھے ۔ اسلئے واپس تشریف لائے اور حافظ حامد علی صاحب کے گاؤں تھہ غلام نبی میں بھی آئے وہ بھی اس سفر میں ساتھ تھے وہاں چودھری غلام محی الدین نمبردار تھا ۔ اس نے دعوت پیش کی ۔ آپ نے فرمایا فیض اللہ چک سے ہو آئیں پھر آ کر کھائینگے ۔ عصر کے وقت فیض اللہ چک تشریف لائے اور ہمارے گھر کے قریب جو پُرانی مسجد ہے ۔ وہاں ٹھہر گئے ۔ اسی روز ہم میاں فضل الٰہی مرحوم کی شادی میں مصروف تھے ۔ ہم کو جب خبر ہوئی تو حاضر خدمت ہوئے ۔ اسوقت حافظ حامد علی کے سوا ایک حافظ عبد الرحمان ساکن لوہیاں ضلع امرتسر ساتھ تھے وہاں سے ہم حضرت کو جامع مسجد میں لے گئے ۔ وہاں بہت لوگ ملاقات کے لئے آ گئے ۔ اور مغرب کی نماز کا وقت آ گیا ۔ تو لوگوں نے خواہش کی کہ **حضور جماعت کرائیں** ۔ آپ نے لوگوں کے اصرار پر مغرب کی نماز کی امامت فرمائی ۔ اسوقت منشی سعد اللہ مرحوم نے درخواست کی کہ **آپ میرے ہاں کھانا تناول فرماویں** ۔ آپ نے فرمایا ہماری دعوت تھہ غلام نبی میں ہے ۔ اور پھر منشی سعد اللہ کی گھوڑی پر سوار ہو کر تھہ غلام نبی تشریف لے گئے ۔

(**نوٹ**) کیا ہی مبارک وہ زمانہ تھا ۔ اور کیسے مبارک وہ لوگ تھے کہ خدا کا برگزیدہ اس بے تکلفی اور سادگی سے ان میں پھرتا تھا ۔ سید فتح علی شاہ صاحب لاہور کے باشندے تھے اور نہر باری دوآب پر ڈپٹی کلکٹر تھے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انھیں محبت تھی اور اخلاص تھا ۔ حافظ محمد یوسف صاحب وغیرہم کی پارٹی سے تعلق رکھتے تھے ۔ خاکسار عرفانی نے انھیں دیکھا اور اسی کے لئے اُنھوں نے نائب ضلعداری کی سفارش کی تھی ۔ آغاز دعویٰ مسیح موعود میں حضرت اقدس کی کتابوں کی اشاعت میں حصہ لیتے تھے ۔ دیندار اور نیک آدمی تھے ۔ اسی لئے حضرت اقدس اس تعلق کی وجہ سے ان سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تھے ۔ حضرت کے خاندان میں اس قدیم شان امارت کے لحاظ سے دو قسم کی سواریاں ہوتی تھیں ۔ گھوڑے یا پالکی کرم الدین کے مقدمہ تک حضرت اقدس پالکی میں سوار ہوا کرتے تھے ۔ یہ واقعہ حضرت اقدس کی دوستی کی حفاظت پر دلالت کرتا ہے ایسا ہی اس سے **وفائے عہد** کا نمونہ ثابت ہوتا ہے ۔ حافظ نور محمد صاحب سے فیض اللہ چک جانے کا وعدہ فرمایا تھا اسکو پورا کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور تھہ غلام نبی میں دعوت منظور کی تھی ۔ فیض اللہ چک میں باوجود اصرار کے کھانا نہ کھایا ان باتوں کے علاوہ ایک اور بات بھی اس سفر کے متعلق بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ سفر حضور کی سیرۃ و اخلاق کے کمال کو ہی ظاہر نہیں کرتا ۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا ایک نشان بھی اس موقعہ پر پورا ہوا تھا ۔ حضور نے نزول المسیح کے صفحہ ۲۲۹ پر نشان ۱۰۹ میں ذکر کیا ہے کہ

" ایکدفعہ ہمیں موضع کنجراں ضلع گورداسپور کو جانے کا اتفاق ہوا اور شیخ حامد علی ساکن تھہ غلام نبی ہمارے ساتھ تھا ۔ جب صبح کو ہم نے جانے کا قصد کیا تو الہام ہوا کہ اس سفر میں تمھارا اور تمھارے رفیق کا کچھ نقصان ہوگا ۔ چنانچہ راستہ میں شیخ حامد علی کی ایک چادر اور ہمارا ایک رومال گم ہو گیا ۔ اسوقت حامد علی کے پاس وہی ایک چادر تھی "

کنجراں جانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی اس کا ذکر حضور نے نہیں فرمایا تھا ۔ حافظ نور محمد صاحب کی روایت نے اس حصہ کو واضح کر دیا ۔ حضرت اقدس **ایفائے عہد** کے بہت پابند تھے جیسے کہ آپ نے حافظ نور محمد صاحب سے فیض اللہ چک جانے کا وعدہ کیا تھا ۔ اسطرح پر مولوی کرم الدین صاحب ساکن ... دوم کورٹ ... سے بھی کیا تھا اور اسطرح یکایک آپ اسی عہد کے ایفا کے لئے وہاں تشریف لے گئے تھے ۔ (عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھیے اخبار الحکم ۲۸ اگست ۱۹۴۲ء)

قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسے بہشتی زندگی اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔ جہنم کی زندگی بھی یہاں سے شروع ہو جاتی ہے۔ جب انسان حسرت کے ساتھ مرتا ہے تو بہت بڑے جہنم میں ہوتا ہے۔ جب دیکھتا ہے کہ اب چلا۔ ہیضہ۔ طاعون۔ حرقہ۔ خفقان یا کسی اور شدید مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو موت سے پہلے ایک موت وارد ہو جاتی ہے۔ جو دل اور روح کو فرسودہ کر دیتی ہے۔ اور وہ بھی حسرت ہوتی ہے۔ بعض امراض ایسے ہیں کہ دو منٹ بھی دم لینے نہیں دیتے۔ اور جھٹ پٹ کام تمام کر دیتے ہیں جس نے ایک دن بھی مطالعہ کیا کہ میں مرنے والا جانور ہوں وہ اس عذاب سے بچنے کی فکر میں ہوا۔ جو انسان کو حسرت کے رنگ میں کھا جاتا ہے ہمارے عزیزوں میں سے ایک کو قولنج ہوئی۔ آخر پیشاب بند ہو کر ایک سیاہ رنگ کی قے ہوئی اس کے ساتھ ہی گردن لٹک گئی۔ اس وقت کہا کہ اب معلوم ہوا کہ دنیا کچھ چیز نہیں۔ یقیناً یاد رکھو کہ دنیا کوئی چیز نہیں کون کہہ سکتا ہے۔ ہم سب یہاں موجود ہیں سال آئندہ بھی ضرور ہونگے۔ بہت سے ہمارے دوست جو پچھلے سال موجود تھے۔ آج نہیں ہیں۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ اگلے سال ہم موجود نہ ہونگے۔ اسی طرح اب کون کہہ سکتا ہے کہ ہم ضرور ہونگے اور کس کو معلوم ہے کہ مرنے والوں کی فہرست میں کس کس کا نام ہے۔ پس بڑا ہی مورکھ ہے۔ نادان ہے وہ شخص جو مرنے سے پہلے خدا سے صلح نہیں کرتا۔ اور جھوٹی برادری کو نہیں چھوڑتا

انسان کو ہلاک کرنیوالی چیزوں میں ایک بد صحبت بھی ہے دیکھو ابو جہل خود ہلاک ہوا۔ مگر اور بھی بہت سے لوگوں کو لے مرا۔ جو اس کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ اس کی صحبت اور مجلس میں بجز استہزا اور ہنسی ٹھٹھے کے اور ذکر ہی نہ تھا۔ یہی کہتے تھے ان ھذا لشیئ یراد میاں یہ دکانداری ہے

اب دیکھو اور بتلاؤ کہ وہ جس کو دکاندار اور ٹھگ کہا جاتا تھا۔ ساری دنیا میں اسی کا نور ہے یا کسی اور کا بھی ابو جہل مر گیا۔ اور اس پر لعنت کے سوا کچھ نہ رہا۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بلند کو دیکھو کہ شب و روز بلکہ ہر وقت درود پڑھا جاتا ہے۔ اور ۹۹ کروڑ مسلمان ان کے خادم موجود ہیں۔ اب اگر ابو جہل پھر آتا تو آکر دیکھتا کہ جس کو اکیلا مکہ کی گلیوں میں پھرتا دیکھتا اور جس کی ایذا دہی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھتا تھا۔ اس کے ساتھ جب ۹۹ کروڑ انسانوں کے مجمع کو دیکھتا حیران رہ جاتا اور یہ نظارہ ہی اس کو ہلاک کر دیتا یہ ہے ثبوت آپکی رسالت کی سچائی کا۔ اگر اللہ تعالیٰ ساتھ نہ ہوتا تو یہ کامیابی نہ ہوتی کس قدر کوششیں اور منصوبے آپ کی عداوت اور مخالفت کے کیئے گئے۔ آخر ناکام اور نامراد ہونا پڑا۔ اس ابتدائی حالت میں جب چند آدمی آپکے ساتھ تھے کون دیکھ سکتا تھا کہ یہ عظیم الشان انسان دنیا میں ہوگا۔ اور ان مخالفوں کی سازشوں سے صحیح و سلامت بچ کر کامیاب ہو جائے گا۔ مگر یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کی عادت اسی طرح پر ہے کہ

انجام خدا کے بندوں ہی کا ہوتا ہے

قتل کی سازشیں اور کفر کے فتوے۔ مختلف قسم کی ایذائیں ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ اللہ تعالےٰ نے سچ فرمایا ہے یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون۔ یہ شریر کافر اپنی منہ کی پھونکوں سے نور اللہ کو بجھانا چاہتے ہیں۔ اور اللہ اپنے نور کو کامل کرنیوالا ہے کافر برا مناتے رہیں۔

منہ کی پھونکیں کیا ہوتی ہیں؟ یہی کسی نے ٹھگ کہہ دیا۔ کسی نے دکاندار اور کافر بے دین کہہ دیا۔ غرض یہ لوگ ایسی باتوں سے چاہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے نور کو بجھا دیں۔ مگر وہ کامیاب نہیں ہو سکتے نور اللہ کو بجھاتے بجھاتے خود ہی جل کر ذلیل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے لوگوں کے لشکر آسمان پر ہوتے ہیں۔ مگر اور زمینی لوگ ان کو دیکھ نہیں سکتے اگر ان کو معلوم ہو جاوے اور ذرا سا بھی دیکھ پائیں تو ہیبت سے ہلاک ہو جائیں۔ مگر یہ لشکر نظر نہیں آسکتا۔ جب تک انسان اللہ تعالیٰ کی چادر کے نیچے نہ آئے۔

میں پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ سعادت عظمیٰ کے حصول کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک ہی راہ رکھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جاوے جیسا کہ اس آیت میں صاف فرما دیا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ یعنی آؤ میری پیروی کرو۔ تاکہ اللہ بھی تم کو دوست رکھے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ رسمی طور پر عبادت کرو۔ اگر حقیقت مذہب یہی ہے تو پھر نماز کیا چیز ہے۔ اور روزہ کیا چیز ہے۔ خود ہی ایک بات گھڑے اور خود ہی کرے۔ اسلام محض اس کا نام نہیں ہے۔ اسلام تو یہ ہے کہ بکرے کی طرح سر رکھ دے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا مرنا۔ میرا جینا۔ میری نماز میری قربانیاں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور سب سے پہلے میں اپنی گردن رکھتا ہوں۔ یہ فخر اسلام کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو اولیت کا ہے نہ کہ ابراہیم کو نہ کسی اور کو یہ اسی کی طرف اشارہ ہے کنت نبیا و ادم بین الماء والطین۔ اگرچہ آپ سب نبیوں کے بعد آئے مگر یہ صدا کہ میرا مرنا جینا اللہ تعالےٰ کے لئے ہے۔ دوسرے کے منہ سے نہیں نکلی۔

اب دنیا کی حالت کو دیکھو کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے یہ دکھایا کہ میرا مرنا اور جینا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اور یا اب دنیا میں مسلمان موجود ہیں کسی سے کہا جاوے کہ کیا تو مسلمان ہے؟ تو کہتا ہے الحمد للہ جس کا کلمہ پڑھتا ہے اس کی زندگی کا اصول تو خدا کے لئے تھا۔ مگر یہ دنیا کے لئے جیتا اور دنیا کے لئے مرتا ہے۔ اس وقت تک کہ غرغرہ شروع ہو جاوے۔ دنیا ہی اس کی مقصود۔ محبوب اور مطلوب رہتی ہے۔ پھر کیوں کر کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہوں۔

یہ بڑی غور طلب بات ہے اس کو سرسری نہ سمجھو۔ مسلمان بننا آسان نہیں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اسلام کا نمونہ جب تک اپنے اندر پیدا نہ کرلو مطمئن نہ ہو یہ صرف چھلکا ہی چھلکا ہے۔ اگر مغز نہیں ہے اگر بدوں اتباع مسلمان کہلاتے ہو۔ نام اور چھلکے پر خوش ہو جانا دانشمندی کا کام نہیں ہے۔ لکھا ہے کہ کسی یہودی کو ایک مسلمان نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا کہ تو صرف نام پر ہی خوش نہ ہو جا۔ میں نے اپنے لڑکے کا نام خالد رکھا تھا۔ اور شام سے پہلے ہی اس کو دفن کر آیا۔ پس حقیقت کو طلب کرو۔ نرے ناموں پر راضی نہ ہو جاؤ۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ انسان عظیم الشان نبی کا امتی کہلا کر کافروں کی سی زندگی بسر کرے۔ تم اپنی زندگی میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نمونہ دکھاؤ۔ وہی حالت پیدا کرو اور دیکھو کہ اگر وہ حالت نہیں ہے تو تم طاغوت کے پیرو ہو۔

غرض یہ بات اب بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونا انسان کی زندگی کی غرض و غایت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ جب تک اللہ تعالےٰ کا محبوب نہ ہو۔ اور خدا کی محبت نہ ملے کامیابی کی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اور یہ امر پیدا نہیں ہوتا جب تک رسول اللہ کی سچی اطاعت اور متابعت نہ کرو۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے دکھا دیا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ پس تم وہ اسلام اپنے اندر پیدا کرو تاکہ تم خدا کے محبوب ہو

اب میں پھر یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ حمد لله ہی سے محمد اور احمد نکلا ہے صلے اللہ علیہ وسلم اور یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ گویا حمد کے دو مظہر ہوئے اور پھر الحمد للہ کے بعد اللہ تعالےٰ کی چار صفتیں رب العلمین۔ الرحمن۔ الرحیم۔ ملک یوم الدین بیان کی ہیں

میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ الحمد للہ کا مظہر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دو ظہوروں محمد اور احمد میں ہوا۔ اب نبی کامل صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ان صفات اربعہ کو بیان کر کے پھر صحابہ کرام کی ذات میں پورا بھی کر دیا۔ گویا اللہ تعالےٰ ظلی طور پر اپنی صفات دینا چاہتا ہے۔ اسلئے فنا فی اللہ کے یہی معنی ہیں کہ انسان الٰہی صفات کے اندر آجائے

اب دیکھو کہ ان صفات اربعہ کا عملی نمونہ صحابہ میں کیسا دکھایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ تو مکہ کے لوگ ایسے تھے جیسے بچہ دودھ پینے کا محتاج ہوتا ہے گویا ربوبیت کے محتاج تھے۔ وحشی درندوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کی طرح دودھ پلا کر ان کی پرورش کی۔ پھر رحمانیت کا پرتو کیا۔ وہ سامان دیئے کہ جن میں کوشش کو کوئی دخل نہ تھا۔ قرآن کریم جیسی نعمت اور رسول کریم جیسا نمونہ عطا فرمایا۔ پھر رحیمیت کا ظہور بھی دکھلایا۔ کہ جو کوششیں کیں۔ ان پر نتیجے مرتب کئے۔ ان کے ایمانوں کو قبول فرمایا۔ اور نصاریٰ کی طرح ضلالت میں نہ پڑنے دیا۔ ایسا کہ ثابت قدمی اور استقلال عطا فرمایا۔

کوشش میں برکت ہوتی ہے۔ خدا ثابت قدم کر دیتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں کوئی مرتد نہ ہوا۔ دوسرے نبیوں کے احباب میں ہزاروں ہوتے تھے۔ حضرت مسیح کے تو ایک ہی دن پانسو مرتد ہو گئے۔ اور جن پر بڑا اعتبار اور وثوق تھا۔ اُن میں سے ایک نے تو ۳۰ درم لے کر پکڑوا دیا اور دوسرے نے تین بار لعنت کی۔

بات اصل میں یہ ہے کہ یہ مربی کے قوی کا اثر ہوتا ہے جس قدر مربی قوی التاثیر اور کامل ہو گا۔ ویسے ہی اُس کی تربیت کا اثر مستحکم اور مضبوط ہو گا۔

یہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کے کامل اور سب سے بڑھ کر ہونے کا ایک اور ثبوت ہے کہ آپ کے تربیت یافتہ گروہ میں وہ استقلال اور رسوخ تھا کہ وہ آپ کے لئے اپنی جان تک دینے میں دریغ نہ کرنے والے میدان میں ثابت ہوئے۔ اور مسیح کے نقص کا یہ بدیہی ثبوت ہے کہ جو جماعت تیار کی وہ گرفتار کرانے والے اور جان سے مروانے اور لعنت کرنے والے ثابت ہوئے

غرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا اثر تھا کہ صحابہ میں ثبات قدم اور استقلال تھا۔ پھر مٰلک یوم الدین کا عملی ظہور صحابہ کی زندگی میں یہ ہوا۔ کہ خدا نے اُن میں اور اُن کے غیروں میں فرقان رکھ دیا یا جو معرفت اور خدا کی محبت دنیا میں اُن کو دی گئی یہ اُن کی دنیا میں جزا تھی۔ اب نقطہ کو تاہ کرتا ہوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اُن صفات اربعہ کی تجلی چمکی۔ لیکن بات بڑی غور طلب ہے کہ صحابہ کی جماعت اتنی ہی نہ سمجھو جو پہلے گذر چکے۔ بلکہ ایک اور گروہ بھی ہے جس کا اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں ذکر کیا ہے۔ وہ بھی صحابہ میں داخل ہے جو احمد کے بروز کے ساتھ ہونگے۔ چنانچہ فرمایا واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم یعنی صحابہ کی جماعت کو اسی قدر نہ سمجھو بلکہ مسیح موعود کے زمانہ کی جماعت بھی صحابہ ہی ہوگی۔ اس آیت کے متعلق مفسروں نے مان لیا ہے کہ یہ مسیح موعود کی جماعت ہے منھم کے لفظ سے پایا جاتا ہے کہ باطنی توجہ اور استفاضہ صحابہ ہی کی طرح ہو گا۔ صحابہ کی تربیت ظاہری طور پر ہوئی۔ مگر ان کو کوئی دیکھ نہیں سکتا وہ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی تربیت کے نیچے ہونگے۔ اس لئے سب علماء نے اس گروہ کا نام صحابہ ہی رکھا ہے۔ جیسے ان صفات اربعہ کا ظہور ان صحابہ میں ہوا تھا ویسے ہی ضروری ہے کہ اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کی مصداق جماعت صحابہ بھی ہو۔

اب دیکھو کہ صحابہ کو بدر میں نصرت دی گئی اور فرمایا گیا کہ یہ نصرت ایسے وقت میں دی گئی۔ جبکہ تم تھوڑے تھے۔ اس بدر میں کفر کا خاتمہ ہو گیا۔ بدر پر ایسی عظیم الشان نشان کے اظہار میں آئندہ کی بھی ایک خبر رکھی گئی تھی۔ اور وہ یہ کہ بدر چودھویں چاند کو بھی کہتے ہیں۔ اس سے چودھویں صدی میں اللہ تعالےٰ کی نصرت کے اظہار کی طرف بھی ایما ہے۔ اور چودھویں صدی وہی صدی ہے جس کے لئے عورتیں تک کہتی تھیں کہ چودھویں صدی خیر و برکت کی آئے گی۔ خدا کی باتیں پوری ہوئیں۔ اور چودھویں صدی میں اللہ تعالےٰ کے منشاء کے موافق اسم احمد کا بروز ہوا۔ اور وہ میں ہوں۔ جس کی طرف اس واقعہ بدر میں پیشگوئی تھی۔ جس کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا۔ مگر افسوس کہ جب وہ دن آیا۔ اور چودھویں کا دن آیا اور چودھویں کا چاند نکلا۔ تو اس کو دکاندار اور خود غرض کہا گیا

افسوس ان پر جنھوں نے دیکھا اور نہ دیکھا۔ وقت پایا اور نہ پہچانا۔ وہ مر گئے جو ممبروں پر چڑھ چڑھ کر رویا کرتے تھے۔ کہ چودھویں صدی میں یہ ہوگا۔ اور وہ رہ گئے جو کہ اب ممبروں پر چڑھ کر کہتے ہیں کہ جو آیا ہے وہ کاذب ہے۔ ان کو کیا ہو گیا۔ یہ کیوں نہیں دیکھتے۔ اور کیوں نہیں سوچتے۔ اُس وقت بھی اللہ تعالےٰ نے بدر ہی میں مدد کی تھی۔ اور وہ مدد اذلۃ کی مدد تھی۔ جس وقت ۳۱۳ آدمی صرف میدان میں آئے تھے۔ اور کل دو تین لکڑی کی تلواریں تھیں۔ اور ان ۳۱۳ میں زیادہ تر چھوٹے بچے تھے۔ اس سے زیادہ کمزوری کی حالت کیا ہوگی۔ اور دوسری طرف ایک بڑی بھاری جمعیت تھی۔ اور وہ سب کے سب چیدہ چیدہ جنگ آزمودہ اور بڑے بڑے جوان تھے۔ آنحضرت کی طرف ظاہری سامان کچھ نہ تھا۔ اُس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ پر دعا کی

اللھم ان اھلکت ھذہ العصابۃ لن تعبد فی الارض ابدا

یعنی اے اللہ اگر آج تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا۔ تو پھر کوئی تیری عبادت کرنے والا نہ رہے گا۔

سنو! میں بھی یقیناً اسی طرح کہتا ہوں کہ آج وہی بدر کا معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح ایک جماعت تیار کر رہا ہے۔ وہی بدر اور اذلۃ کا لفظ موجود ہے کیا جھوٹ ہے کہ اسلام پر ذلت نہیں آئی؟ نہ سلطنت ظاہری ہے نہ شوکت ہے۔ ایک یورپ کی سلطنت منہ دکھاتی ہے۔ تو بھاگ جاتے ہیں۔ اور کیا مجال ہے جو سلطنت دکھائیں۔ دیکھو اس ملک کا کیا حال ہے؟ کیا اذلۃ نہیں ہیں۔ ہندو بھی اپنی طاقت میں مسلمانوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ کوئی ایک ذلت ہے۔ جس میں ان کا نمبر بڑھا ہوا ہو جس قدر ذلیل سے ذلیل پیشے ہیں۔ وہ ان میں پاؤ گے۔ بلکہ ٹکڑ گدا مسلمان ہی ملینگے۔ جیلخانوں میں جاؤ جرائم پیشہ گرفتار مسلمان ہی پاؤ گے۔ شرابخانوں میں جاؤ کثرت سے مسلمان ہی پاؤ گے۔ اب بھی کہتے ہیں کہ ذلت نہیں ہوئی؟ کروڑہا ناپاک اور گندی کتابیں اسلام کے رد میں تالیف کی گئیں ہماری قوم میں مغل اور سید کہلانے والے عیسائی ہو کر اسی زبان سے سید المعصومین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو کوسنے لگے۔ صفدر علی اور عماد الدین وغیرہ کون تھے؟ امہات المومنین کا مصنف کون ہے؟ جس پر اسقدر واویلا اور شور مچایا گیا۔ اور آخر کچھ بھی نہ کر سکے۔ اس پر بھی کہتے ہیں کہ ذلت نہیں ہوئی۔ کیا تم تب خوش ہوتے کہ اسلام کا رہا سہا نام بھی باقی نہ رہتا۔ تب محسوس کرتے کہ ہاں اب ذلت ہوئی آہ! میں تم کو کیونکر دکھاؤں جو اسلام کی حالت ہو رہی ہے۔ دیکھو! میں پھر کھول کر کہتا ہوں کہ یہی بدر کا زمانہ ہے اسلام پر ذلت کا وقت آ چکا۔ مگر اب خدا نے چاہا ہے کہ اس کی نصرت کرے۔ چنانچہ اس نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اسلام کو

براہین اور حجج ساطعہ کے ساتھ غالب کر کے دکھا دوں۔

اللہ تعالےٰ نے اس مبارک زمانہ میں چاہا ہے کہ اس کا جلال ظاہر ہو۔ اب کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ جس طرح پہلے صحابہ کے زمانہ میں چاروں صفات کی ایک خاص تجلی ظاہر ہوئی تھی۔ اب پھر وہی زمانہ ہے اور ربوبیت کا وقت آیا ہے۔ نادان مخالف چاہتے ہیں کہ بجھا کر آگ کر دیں۔ مگر خدا کی ربوبیت نہیں چاہتی۔ بارش کی طرح اس کی رحمت برس رہی ہے۔ یہ مولوی حامی دین کہلانے والے مخالفت کر کے چاہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے نور کو بجھا دیں۔ مگر یہ نور پورا ہو کر رہے گا۔ اسیطرح

پر جس طرح اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے۔ یہ خوش ہوتے ہیں اور تسلیم کر لیتے ہیں۔ جب پادری اٹھ اٹھ کر کہتے ہیں کہ تمہارا نبی مر گیا اور زندہ نبی مسیح ہی ہے۔ اور مس شیطان سے مسیح ہی بچا ہوا ہے۔ اور مسیح نے مردوں کو زندہ کیا۔ یہ بھی تائید کر کے کہہ دیتے ہیں کہ ہاں چڑیاں بنایا کرتے تھے۔ اب تو وہ بہت ہی ہو گئی ہوں گی۔ کیا فرق کر سکتے ہو اس نے کیا کہ مل جل گئی ہیں۔ اس طرح پر اُن لوگوں نے مسیح کو نصف خدائی کا دعویدار بنا دیا ہے۔ ایسا ہی انھوں نے دجال کی نسبت مان رکھا ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہ کرے گا اور وہ کرے گا۔ افسوس قرآن تو

لا الٰہ الا اللہ

کی تلوار سے اُن تمام باطل معبودوں کو قتل کرتا ہے جن میں خدائی صفات مانی جاویں۔ پھر دجال کہاں سے نکل آیا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں یہودی اور عیسائی بننے سے بچنے کی دعا تو سکھلائی۔ کیا دجال کا ذکر خدا کو یاد نہ رہا۔ جو اتنا بڑا فتنہ تھا؟ اصل یہ ہے کہ ان لوگوں کی عقل ماری گئی اور یہ اس کے مصداق ہیں ؎

یکے بر سر شاخ و بن مے برید

یہ لوگ جبکہ اسطرح سے اسلام کو ذلیل کرنے پر آمادہ ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون **قرآن شریف کی عظمت کو قائم کرنے کے لئے چودھویں صدی کے سر پر مجھے بھیجا ہے**۔ کیا نہیں دیکھتے کہ کس طرح پر اس کے نشانات ظاہر ہو رہے ہیں۔ خسوف و کسوف رمضان میں ہو گیا۔ کیا ہو سکتا ہے کہ مہدی موجود نہ ہو؟ پھر اونٹ بیکار ہو چکے پر بھی مسیح نہ آیا؟ آسمان اور زمین کے نشانات پورے ہو گئے زمانہ کی حالت خود تقاضا کرتی ہے کہ آنیوالا آوے۔ مگر یہ تکذیب ہی کرتے ہیں۔ آنیوالا آ گیا۔ اُن کی تکذیب اور شور و بکا سے کچھ نہ بگڑے گا۔ ان لوگوں کی ہمیشہ اسی طرح عادت رہی ہے۔ خدا کی باتیں سچی ہیں۔ اور پوری ہو کر رہتی ہیں۔

پس تم اُن کی بدصحبتوں سے بچتے رہو اور اسلام کی حقیقت اپنے اندر پیدا کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

مجاہد ایران حضرت شاہزادہ عبدالمجید خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵)

شاہزادہ والا گوہر کے اعتراضات کے جوابات خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایام الصلح میں دیئے ہیں۔ غرض شاہزادہ صاحب ایک نہایت مخلص مبلغ تھے۔ سلسلہ میں داخل ہونے کے بعد کبھی کسی قسم کا ابتلاء ان کو نہیں آیا۔ اور اس لئے شاہزادہ والا گوہر کے اس مضمون سے ان کو بہت رنج ہوا۔ اور اپنی بریت کے لئے مندرجہ بالا خط حضرت اقدس کو لکھا۔

شاعری شاہزادہ عبدالمجید صاحب فطرتی طور پر شاعر تھے۔ لیکن ان کی شاعری پاک شاعری تھی۔ فارسی میں کہتے تھے۔ ان کا ایک قصیدہ جو انہوں نے ۱۹۰۱ء میں لکھا تھا عزیز مکرم مولوی غلام حسین صاحب لی سی سے میسر آگیا ہے میں اسے زندہ رکھنے کے لئے یہاں درج کرتا ہوں:۔

قصیدہ درمدح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آیا فہیم و خردمند گر تو دانائی
بر انقلاب جہاں یک نظر بفرمائی

عیاں شود چہا رفت بر سر اسلام
ز جور پادریان گروہ عیسائی

چو دور سیزدہم در زمانہ کرد ظہور
کشیدہ فتنۂ دجال سر بہ بالائی

خروج کرد بہر گونہ گیب آں کافر
بعشق بعثت تثلیث گشتہ سودائی

بایں خیال کہ اسلام را فرد بخورد
دہن کشادہ بمثل نہنگ دریائی

گرفت جنبش اسلام باستیزہ و کیں
چنانکہ حلقہ زند اژدہائے صحرائی

فسون و جادوئے مکرش قرار دلہا برد
شدہ مسخر او ہندی و بخارائی

چناں اسیر بدام فریب او مردم
چنانکہ محو تماشہ شود تماشائی

متاع دیں کہ چو گنج نہان بدلہا بود
ببرد جملہ بغارت چو خوان یغمائی

گروہ بندہ پرستان و حامیان صلیب
پنہ گرفتہ بغارۂ چلیپائی

بدر نشوند چو مور و ملخ بہر سوئے
چنانکہ سیل بہ پائیں دود ز بالائی

ز شور فتنۂ شاں تلخ زندگانی خلق
چنانکہ تلخی کام از مواد صفرائی

برائے عزت تثلیث و ذلت اسلام
فدا دو وقف دل و جان ہر کلیسائی

نماند ہیچ دیار از فساد شان ایمن
محیط شد بجہاں راہ و رسم ترسائی

زیادہ تر ز دجل از قومہائے دیگر نیز
بدل شدند خبیثاں لعنتہ النزائی

ز یکطرف شدہ ناقوس آریہ تخبرہ وش
ز یکطرف شدہ سکھا دگر نخوت سودائی

ز یکطرف شدہ برہمو بعقل خود نازاں
ابا نمودہ ز وحی و کلام مولائی

مزید زمیمہ کفر و فسوق عالمگیر
کہ برد از تن دیں یک قلم توانائی

بخانۂ اسلام ہمہ ز شومی طالع
فتادہ رخنۂ بغض و عناد و بد آرائی

نزاع خانگی عالمان سوء پرخاش
گسست سلسلۂ علم و فضل و دانائی

ز حال بیکسی دین ترا چہ شرح دہم
گسلت بازوئے ملت ز دست تنہائی

غرضکہ درہم و برہم شدہ و زیر و بالا
نظام سلسلۂ دین حق تعالائی

کہ ناگہاں ز افق فضل ایزد متعال
ظہور صبح صداقت گرفتہ پیدائی

غلام احمد فرخندہ پے ہمایوں فر
کہ نخل دین ز قدومش گرفتہ رعنائی

امام وقت مسیح و مجدد دوران
کہ داد چشم خرد را ضیا و بینائی

بدور چاردہم شد نزول اجلالش
چو حکم یافت ز داور بمسند آرائی

دمید از سر نو روح زندگی بجہاں
بداد باز بدیں شوکت و توانائی

ایا محمد و احمد ایا مسیح زماں
ہزار جاں بفدایت چو جلوہ بنمائی

صلاح کار جہاں شد کنوں بتو تعلیق
کہ تا ز نور صلاحت جہاں بیارائی

بر آں وحید کہ چو تو نیافرید دگر
نظیر خود تو خودی در کمال یکتائی

مثال تو بدو عالم کجا تواند بود
تو چوں حبیب خدا بے مثال و یکتائی

فروغ چہرہ ات آئینہ خدا بینی
رخ تو جلوہ گہ نور پاک مولائی

جمال یار تواں دید در رخ تو اگر
بود ز نور فراست بدیدہ بینائی

منور است جہاں ز آفتاب طلعت تو
تو نور عالمی و جان جملہ جانہائی

چہ لطف ہا کہ نہانست در نگاہ شریعت
خوشا کسیکہ بروئے یک نظر بفرمائی

چہ زنگہا کہ ز دلہا بیک نظر ببری
چہ عقدہ ہا کہ بیک گفتگوئے بکشائی

کلام تست دوائے ہزار درد دروں
بحسن چہرہ خوبت شفائے دلہائی

سمائے تست ہمہ قوت روح و قوت دل
بعطائے ہمہ حلم و حیا و دانائی

دعائے تو بحقیقت بلا بگرداند
بعقد ہمت خود دافع البلایائی

پناہ ملتی و ملجا مسلماناں
ملاذ امتی و پیر پیر برنائی

چہ زورہا کہ بنوک قلم ترا دادند
کہ بیخ کفر براری چو خامہ فرسائی

چہ غیرتے کہ پئے دین حق ترا داد است
کہ تا تباہ نہ گشتی خصم دیں نیاسائی

مخالفے بہ نخوت کند مقابلہ است
نگون بچاہ ہلاکت فتد ز پسپائی

کلید فتح نمایاں بدست تو دادند
دو در ظفر بر کابت بہر کجا آئی

کسیکہ با تو در آویخت شد اسیر بلا
چنانکہ صاحب جعفات آتھم[۱] عیسائی

نبرد جاں بسلامت ز خنجر دعائش[۲]
گرفت راہ عدم با ہزار رسوائی

نرست تا بتضرع نہ توبہ کرد بزرگ[۳]
ازانکہ یافت ز فضل خدائے بینائی

قبائے کفر بغوغائے قوم در بر کرد
جزائے شوخی خود یافت شیخ[۴] سودائی

شکار خنجر اجل شد بہ آخر احمد بیگ
بخورد محرقہ جانش بہ بے مواسائی

چنانچہ خورد بر آں حسین[۵] زخشم خدا
چشید شربت ناکامی از غلط رائی

خیال داشت بتردید تو گہر[۶] اما
قلم ز دست فتادش زباں ز گویائی

غرض مقابلہ با تو بکوہ سر زدن است
بکوہ سر نزند کس مگر سفسطائی

بدستان خدا خشم و کیں ندارد سود
بجنگ ستیزہ نباشد ز عقل و دانائی

بہوش آئے کہ من اے مخالف ابلہ
بگویمت سخن حق اگر شکیبائی

چہ فخر و ناز کنی بر مسیح متوفی
مسیح مردہ نماندش کنوں مسیحائی۔

خیال خام بدر کن ز سر کہ عیسیٰ را
نماند حاجت پائیں شدن ز بالائی

کنوں کہ دور جلال محمدی آمد
تو از برائے چہ انتظار عیسائی

کہ بار کار محمد کشد محمد ہم
کجا بباز وئے عیسیٰ چنیں توانائی

ہزار شکر کہ روئے تو دیدم اے احمد
مسیح را چہ کنم چوں تو از برمائی

مثیل غالب عیسیٰ بگویمت زانکہ
بہر کمال تو بالا تر از مسیحائی

غلام احمدی و از طفیل احمد پاک
بعز و رتبہ والا فزوں ز عیسائی

مسیح بود مسیحائے حضرت موسیٰ
تو خود مسیح محمد بشان علیائی

مسیح بود بیک قوم خاص داعی حق
ہماں گرفتہ یہودے کہ بود مولائی

تو آں مسیح کہ ہر قوم زیر دعوت تست
تو مصلح ہمہ اقوام روئے دنیائی

مسیح بود چو نہرے ز روئے فضل و کمال
تو در وفور کمالات ہمچو دریائی

عیاں در آئینہ روئے تو جمال حق است
تو ہمچو سرور پاکاں خجستہ سیمائی

بصورت ارچہ توئی امت رسول کریم
ولے بشان نبوت ز راہ معنائی

خدا ثنائے تو گفت و نبی سلامت داد
تو ماہ یثربی و آفتاب بطحائی

پئے نجات مرا کافی است ایں تحریر
اگر مسیح زماں بخت بخش پذیر آئی

---

۱ عبداللہ آتھم ۲ لیکھرام ۳ راولپنڈی والا بزرگ ۴ شیخ محمد حسین بٹالوی ۵ حسین کامی سفیر سلطان روم ۶ شاہزادہ والا گوہر لدھیانوی ڈسٹرکٹ جج۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں

اپنی قوم کے حق میں

ایک نبی و رسول کا چونکہ مقصد ایک قوم کی اصلاح ہوتی ہے - اس لئے اس قوم کی اصلاح کے لئے اس کا دل برف کی طرح پگھلتا ہے - کبھی وہ ان کو وعظ و نصیحت کرتا ہے - کبھی وہ ان کو انذاری پیشگوئیوں سے ڈراتا ہے - اور کبھی بشارتوں کے وعدے دیتا ہے - اور کبھی خدا تعالیٰ کے حضور جھکتا ہے اور روتا ہے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں یہ سب نظارے موجود ہیں حضرت اقدس نے ہزارہا مرتبہ آستانہ الٰہی پر عجز کے ساتھ سر جھکایا اور اپنی قوم کے لئے رو رو کر دعا کی - آج میں اس کا ایک منظر پیش کرتا ہوں - آپ فرماتے ہیں کہ:—

اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ مرا — پھیر دے میری طرف اے سارباں جگ کی مہار
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے — خاک میں ہوگا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد — کشتی اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار
میرے ستم و عیب سے اب کیجیئے قطع نظر — تا نہ ہو خوش دشمن دیں جس پہ ہے لعنت کی مار
میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں — میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دین مصطفےٰ — مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
کیا سلائے گا مجھے تو خاک میں قبل از مراد — یہ تو تیرے پر نہیں امید اے میرے حصار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا — اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
قوم میں فسق و فجور و معصیت کا زور ہے — چھا رہا ہے ابر یاس اور رات ہے تاریک و تار
ایک عالم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر — پھیر دے اے میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار
اب نہیں ہیں ہوش اپنے ان مصائب میں بجا — رحم کر بندوں پہ اپنے تا وہ ہوویں رستگار
کس طرح نپٹیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں — بے طرح پھیلی ہیں یہ آفات ہر سو ہر کنار
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آمرے اے ناخدا — آگیا اس قوم پہ وقت خزاں اندر بہار
نور دل جاتا رہا اور عقل موٹی ہو گئی!! — اپنی کجرائی پہ ہر دل کر رہا ہے اعتبار
جس کو ہم نے قطرۂ صافی تھا سمجھا اور تقی — غور سے دیکھا تو کیڑے اس میں پائے صد ہزار
دوربین معرفت سے گند نکلا ہر طرف — اس وبا نے کھا لئے ہر شاخ ایماں کے ثمار
اے خدا بن تیرے ہو یہ آبپاشی کس طرح — جل گیا ہے باغ تقویٰ دیں کی ہے اب اک مزار
تیرے ہاتھوں سے مرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو — ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل وار
اک تماشہ ہے کھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشاں — اک نظر کر اس طرف تا کچھ نظر آوے بہار
تیرے منہ کی بھوک نے دل کو کیا زیر و زبر — اے مرے فردوس اعلیٰ اب گرا مجھ پر ثمار
اے خدا اے چارہ ساز درد ہم کو خود بچا — اے مرے زخموں کے مرہم دیکھ میرا دل فگار
تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے — ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غبار
اے مرے پیارے ضلالت میں پڑی ہے میری قوم — تیری قدرت سے نہیں کچھ دور گر پائیں سدھار
کشتی اسلام بے لطف خدا اب غرق ہے — اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار
مجھ کو دے اک فوق عادت اے خدا جوش و تپش — جس سے ہو جاؤں میں غم میں دیں کے اک دیوانہ وار
وہ لگا دے آگ میرے دل میں ملت کے لئے — شعلے پہنچیں جس کے ہر دم آسماں تک بے شمار
اے خدا تیرے لئے ہر ذرہ ہو میرا فدا — مجھ کو دکھلا دے بہار دیں کہ میں ہوں اشکبار
خاکساری کو ہماری دیکھ اے دانائے راز — کام تیرا کام ہے ہم ہو گئے ہیں بے قرار
اک کرم کر پھیر دے لوگوں کو فرقاں کی طرف — نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ و بچار
کیسے پتھر پڑ گئے ہے ہے تمہاری عقل پر — دیں ہے منہ میں گرگ کے تم گرگ کے خود پاسدار
ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دین احمد پر تبر — کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور ان کے وہ وار
کونسی آنکھیں ہیں جو اس کو دیکھ کر روتی نہیں — کون سے دل ہیں جو اس غم میں نہیں ہیں بے قرار
کھا رہا ہے دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج — اک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار
یہ مصیبت کیا نہیں پہنچی خدا کے عرش تک — کیا یہ شمس الدیں نہاں ہو جائیگا اب زیر غار
جنگ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا — دل گھٹا جاتا ہے یارب سخت ہے یہ کارزار
ہر نبی وقت نے اس جنگ کی دی تھی خبر — کر گئے وہ سب دعائیں با دو چشم اشکبار
اے خدا شیطاں پہ مجھ کو فتح دے رحمت کے ساتھ — وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار
جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگ روس اور جاپان سے — میں غریب اور ہے مقابل پہ حریف نامدار
دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچ کر — اے مری جاں کی پناہ فوج ملائک کو اتار
بستر راحت کہاں ان فکر کے ایام میں — غم سے ہر دن ہو رہا ہے بدتر از شبہائے تار
لشکر شیطاں کے نرغے میں جہاں ہے گھر گیا! — بات مشکل ہو گئی قدرت دکھا اے میرے یار

نسل انساں سے مدد اب مانگنا بیکار ہے
اب ہماری ہے تیری درگاہ میں یارب پکار

ان اشعار کو پڑھو اور پھر پڑھو - غور کرو اور سوچو کہ جس انسان کا یہ آئینہ ہوا اسکے قلب کی کیا حالت ہوگی -

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم نے اس محسن اور مربی کا زمانہ پایا - اور ہمکو اس کی غلامی کا شرف حاصل ہوا

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آل سیدنا محمد و علیٰ عبدک المسیح الموعود وبارک وسلم

مالابار میں احمدیوں کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے؟

مولانا عبد اللہ صاحب مبلغ مالاباری نے ایک مضمون معزز ہمعصر الفضل میں شائع کیا ہے اس کا ایک اقتباس اس لئے شائع کر رہا ہوں کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ ہماری جماعت کا قدم کس مضبوط چٹان پر ہے - اور دشمنوں کی درندگی نے اُن کو کہاں کھڑا کر رکھا ہے - (ایڈیٹر)

علاقہ مالابار میں کانانور - کوڈالی - پینگاڈی - اور کالی کٹ چار مقامات پر مختصر احمدی جماعتیں موجود ہیں اول الذکر دو مقامات میں جماعت کے قیام کے ساتھ ہی مخالفین کی طرف سے مقاطعہ اور سوشل بائیکاٹ شروع ہو گیا تھا - جو بدستور جاری ہے - ہاں کانانور کی جماعت کوڈالی کی نسبت بہت زیادہ ایذائیں مخالفین کے ہاتھوں اُٹھانی پڑی ہیں ۱۹۰۹ء سے لے کر ۱۹۱۵ء تک کانانور کے دوستوں نے سنگدل اور بے رحم مخالفوں کے ہاتھوں وہ وہ مظالم اور تکالیف برداشت کیں کہ ان کی یاد سے کفار مکہ کی ستم شعاری طائف والوں کی چیرہ دستی اور کوفیوں کی درندگی کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔

غریب اور مظلوم احمدیوں کے لئے گھروں سے نکلنا مشکل ہو گیا تھا - دانہ پانی ان پر بند کر دیا گیا - ان کی بیوی بچے ان سے چھینے گئے - ان کے معاش کے ذرائع میں رکاوٹیں ڈالی گئیں - وہ پیٹے گئے ان پر سنگباری کی گئی - ان کے مردے دفن ہونے سے روکے گئے - اور ان کے ساتھ وہ انسانیت سوز سلوک کیا گیا - کہ اس کا بیان کرنا محال ہے آخر کئی سال کی مسلسل ایذا دہی کے باوجود احمدیوں کے پائے ثبات کو غیر متزلزل دیکھ کر خود دشمن ہمت ہار بیٹھے - اور ان کے ظالمانہ مظاہرے بدزبانی اور استہزاء پر آٹھہرے - تب احمدیوں کے لئے بازاروں میں چلنا پھرنا ممکن ہوا۔

کالی کٹ میں بھی کئی سال سے جماعت احمدیہ قائم ہے لیکن مخالفین کی بے باکانہ ایذا دہی سے گذشتہ سال تک جماعت محفوظ تھی - مگر پچھلے سال جماعت میں کچھ حرکت اور ترقی کے آثار دیکھ کر مخالفین اپنے اصلی رنگ میں نمودار ہو گئے - اور پھر ایک احمدی کی وفات پر اُنھوں نے ثابت کر دیا کہ وہ کانانور کے مخالفین سے پیچھے نہیں اُنھوں نے جماعت کے خلاف وہ کچھ کیا کہ اخبار والوں کو لکھنا پڑا کہ جنگل کے درندے سنی کہلانے والے موپلوں سے زیادہ زیادہ رحم دل معلوم ہوتے ہیں۔

پینگاڈی کی جماعت کالی کٹ کی جماعت سے بھی پرانی ہے - سلسلہ سے نفرت اور مذہبی تعصب کے لحاظ سے یہاں کے مخالفین بھی اسی وضع کے ہیں - جیسے کانانور اور کالی کٹ کے - لیکن بعض وجوہات کی بنا پر گذشتہ سال تک مخالفین نے یہاں کی جماعت کا مقاطعہ نہ کیا - مساجد اور قبرستان اور تالاب وغیرہ اوقات میں احمدیوں کے جائز حقوق غصب نہ ہوئے - شادی اور غمی کی تقریبات میں ان کی شمولیت ممنوع نہ قرار دی گئی - مگر سلسلہ کے ایک بدترین دشمن کی مسلسل دوڑ دھوپ اور فریب کاریوں کے نتیجہ میں آخر پینگاڈی کے مخالفوں نے بھی احمدیوں کو دکھ دینے اور سوشل بائیکاٹ سے تنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا -

گذشتہ مہینوں میں ان ظالموں نے احمدیوں کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ ہندوؤں کو کہنا پڑا کہ اگر اسلام کی تعلیم یہی ہے تو اس سے زیادہ سفاکانہ تعلیم ممکن نہیں۔ ان حق کے دشمنوں نے باہر چلنا پھرنا احمدیوں پر مشکل بنا دیا تھا - سر بازار ان کو اور ان کے بزرگوں کو گندی گالیاں دی جاتیں - ان کو زد و کوب کرنے کی تدبیریں کی جاتیں - بچوں کو پیٹا جاتا - پبلک قبرستان سے احمدیوں کو بزور محروم کرنے کے بعد اچھوتوں کے محلہ میں ان کو قبرستان کے لئے زمین دلانے کے لئے .... حکام کے ذریعہ کوشش کی گئی۔

مقاطعہ بدستور جاری ہے اور احمدی احباب مسجدوں قبرستانوں - کنووں اور تالابوں کے استعمال سے روکے ہوئے ہیں

احباب ملت مالابار میں سلسلہ کی ترقی کے لئے دعا فرمائیں نیز اللہ تعالیٰ دوستوں کو اغیاروں کے ظلم و ستم سے محفوظ رکھے -

ذکریات

مبلغین احمدیت کے کارنامے

امراض و آلام کا شکار مبلّغ

آج ہم ایک ایسے مبلغ کا ذکر سناتے ہیں جو صبر کے لحاظ سے اس زمانہ کا ایوب ہے۔ ۱۹۱۹ء کا واقعہ ہے کہ خاکسار کو ایک مبلغ کے ساتھ تبلیغی سفر کرنا پڑا۔ یہ سفر بہت طول طویل تھا۔ میں اسوقت ایک ناتجربہ کار نوجوان تھا مجھے کبھی تبلیغ کے لئے اتنا لمبا سفر کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ میرا ساتھی ایک عالم فاضل اور متقی اور با خدا انسان تھا۔ ہم یو۔پی کے علاقے سے گزرتے ہوئے بمبئی ہو کر مالابار جا رہے تھے۔ راستے میں دہلی کے اسٹیشن پر میرے ساتھی کو اعصابی دورے شروع ہو گئے۔ مجھ سے ان کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ ان کے پٹھے کھنچ جاتے تھے۔ اور کبھی یہ عصبی درد سر اور گردن اور پھیپھڑوں پر ہوتا۔ اور کبھی جبڑوں کے پٹھوں پر کبھی کندھے اور بازو پر اور کبھی کسی اور جگہ۔ میں حیران تھا کہ ایسی حالت میں یہ تبلیغ کیا کرینگے؟

ہمنے کانپور جانا تھا۔ رات کے دس بجے کے قریب کانپور پہنچے مولانا کو شدید بخار ہو گیا تھا۔ رات کو خان بہادر محمد حسین صاحب جج کی کوٹھی تلاش کی مگر نہ ملی۔ پریشان ہو کر ایک سرائے میں پناہ گزیں ہوئے۔ گرمی کا موسم تھا۔ سرائے کے لوگوں سے اندیشہ تھا کہ چوری نہ کریں۔ اسلئے کمرے کے اندر رات گذاری۔ مچھروں نے بری طرح کاٹا۔ اُدھر مولانا کو شدت بخار سے ہوش نہ رہا۔ صبح بمشکل کوٹھی کا پتہ ملا۔ اور تانگہ پر وہاں گئے۔

اس بیماری کی حالت میں کوٹھی پر لوگ ملنے آتے۔ ہمارا مبلغ اعصابی دوروں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تبلیغ کرتا رہتا۔ کبھی پگڑی سے سر اور منہ کو باندھتا۔ اور کبھی ٹانگوں پر پگڑی باندھتا اور کبھی بازو پر۔

غیرت ایمانی کا ایک واقعہ

انہی دنوں اہل حدیث کانفرنس کانپور میں ہو رہی تھی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب بھی وہاں موجود تھے اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی بھی تھے۔ کانفرنس میں ثناء اللہ نے ہمارے سلسلے کو چیلنج دیا۔ اور ہمارے مبلغ کا نام لے کر چیلنج دیا۔ مینے کہا کہ وقت دو تاکہ میں ان کو لے آؤں۔ ثناء اللہ نے آدھ گھنٹہ کا وقت دیا جو کافی نہ تھا اسدن تانگوں والوں کی ہڑتال تھی۔ مگر خدا کی قدرت میں جب پنڈال سے نکلا تو ایک یکہ کھڑا تھا۔ اس سے پیسے پوچھے تو اس نے ۸ ر مانگے میں نے منہ مانگے دام دیئے اور جج صاحب کی کوٹھی پر آیا۔ مولانا کو قصہ سنایا۔ وہ اسوقت اعصابی تکلیف میں مبتلا تھے۔ اسوقت بے اختیار ان کے منہ سے نکلا کہ پھر چلیں؟ مینے کہا کہ ہاں۔ گرم کوٹ سے اُتار کر پہن لیا۔ اور اللہ کا نام لے کر یکے پر بیٹھ گئے اور اعصابی دردوں کی موجودگی میں پنڈال پہنچ گئے۔ آٹھ دس ہزار کا مجمع تھا سامنے سے صفوں کو چیرتے ہوئے اسٹیج پر چلے گئے۔ مولانا کو ثناء اللہ نے منگوا کر کرسی دی۔ اور میں پاس اسٹیج پر بیٹھ گیا۔ اس غیرت ایمانی سے طبیعت میں ایک ایسی حالت پیدا ہوئی کہ وہ دورہ رک گیا۔ مباحثہ شروع ہوا۔ دو گھنٹہ تک وہ رنگ پیدا ہوا کہ غیر احمدیوں نے ہمارے مبلغ کے ہاتھ چومے اور دعا کی درخواستیں دیں۔

قارئین تصور کریں کہ اعصابی دردوں کے جھٹکوں میں مبتلا انسان ہر کروٹ پر جس کے منہ سے آہ نکلتی ہو وہ سارے ہندوستان کی تبلیغ کے لئے گھر سے نکل آئے۔ اور اس کی پرواہ بھی نہ ہو کہ وہ بہت سی امراض کا گھر بن رہا ہے۔

اسی حالت میں ہم مختلف مقامات پر ہوتے ہوئے بمبئی گئے۔ بمبئی سے مالابار کے لئے جہاز پر سوار ہوئے۔ جہاز میں مولانا کی طبیعت پھر خراب ہو گئی

ایک اور واقعہ

منگلور کی بندرگاہ میں اُترے جہاز سمندر میں دو تین میل دور کھڑا ہوا۔ کشتی کے ذریعہ بندرگاہ تک آنا تھا۔ مولانا کی حالت ایسی تھی کہ نبض گر رہی تھی۔ رنگ زرد۔ اور چہرہ پر پسینہ اور آنکھیں بند تھیں اور مجھے اندیشہ تھا کہ شاید وہ زندہ کنارے تک پہنچ سکیں یا نہ سمندر نے طوفانی رنگ اختیار کر لیا۔ موج پر موج اُٹھنے لگی۔ کشتی موج کی دھار پر پچاس فٹ اونچی چلے جاتے اور کبھی دھاروں کے درمیان نیچے چلی جاتی اور یہ خطرہ محسوس ہوتا کہ دونوں دھاریں ملجائینگی اور ہمیشہ کی نیند سو جائینگے۔ میرے قلب کو یہ تسلی تھی کہ ہم دین کے لئے نکلے ہیں۔ اگر مر گئے تو شہید ہونگے۔ بچ گئے تو یہ پیغام حق نہ دیا جا سکا۔ اس حالت میں کشتی والوں نے شور مچایا یا رب بخاری شئیاً للہ ہمارے مبلغ کی آنکھیں کھلیں اس کی آنکھوں میں خون اُترا۔ اور وہ جوش سارے جسم میں دوڑا۔ اس نے تڑک کر کہا کہ یہ **کیا بکتے ہو۔ بخاری ہمارے جیسا ایک آدمی** تھا۔ کشتی والے سہم گئے۔ مولانا کے منہ سے ایک تیز فوارے کی طرح کلام جاری ہو گیا۔ اور توحید اور پھر رسالت اور احمدیت کا وعظ ہونے لگا۔ چند آدمیوں کے سوا اور کوئی سمجھتا نہ تھا۔ مگر آپنے اتمام حجت کر دی۔ اس حالت جوش نے اعصابی دردوں میں کمی کر دی۔ ہم بخیریت کنارے پر پہنچ گئے۔

مولانا نے کے لئے مرطوب ہوا۔ چاول اور مچھلی ناموافق تھی۔ اب یہاں یہی غذا تھی۔ دورے بڑھ رہے تھے۔ مگر ان دوروں میں تبلیغ جاری رہتی۔ کبھی ہاتھ منہ پر جا پڑتا۔ اور کبھی کندھے پر۔ کئی کئی آدمی دباتے۔ مگر آرام نہ آتا اس حالت میں مباحثات تقریری۔ درس قرآن جاری رہتا سچ تو یہ ہے کہ میں ان کی تکلیف کا نقشہ کھینچ نہیں سکتا۔ خدا کی آزمائش اور بڑھی۔ مولانا کے مقعد اور پیشاب کی نالی کے درمیان ایک پھوڑا نکلا۔ ورم سے تکلیف بڑھ گئی بخار دن رات رہنے لگا۔ جب ڈاکٹر نے پھوڑا چیرا تو پیشاب اصل جگہ کی بجائے آپریشن کی جگہ سے آنے لگا۔ جب پیشاب زخم کی جگہ سے آتا تو چیخ کے ساتھ بیہوش ہو جاتے۔ اس حالت میں بھی جب سننے والا آتا تو لیٹے ہی لیٹے تبلیغ کرنے لگتے۔ اور کہتے کہ میں چاہتا ہوں کہ پیغام حق دیتے ہوئے جان نکلے۔

پہلے اعصابی دورے تھے۔ پھر بخار ہوا۔ پھر یہ بیماری اب انفلوائنزا ہو گیا۔ کئی کئی گھنٹے بے ہوشی رہتی۔ مگر جب افاقہ ہوتا تو لوگوں کو جمع کر کے سلسلہ کا پیغام دیتے۔ قرآن کریم کا درس دیتے۔ اس تکلیف میں چھ ماہ کا لمبا عرصہ گزر گیا مگر ایک منٹ کے لئے بھی ناشکری نہ کی اور نہ سلسلہ کی تبلیغ کو چھوڑا۔ ان کا صبر ایوب کا صبر تھا۔ انھوں نے یہ بے نظیر نمونہ تبلیغ میں قائم کیا۔ باوجود شدت امراض اور تکالیف کے بھی تبلیغ نہ چھوڑی۔

یہ جانباز بہادر مبلغ ہمارے مولانا

غلام رسول صاحب راجیکی

ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے۔ آمین۔

(محمود احمد عرفانی)

حضرت میرزا منصور احمد صاحب کی تقریب رخصتانہ

۲۶ ر اگست کا دن بھی بڑا ہی بابرکت دن تھا جس دن حضرت مرزا منصور احمد صاحب سلمہ اللہ جو حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے خلف اکبر ہیں کی برات موٹروں میں سوار ½ ۵ بجے دار المسیح میں پہونچی

عصر کی نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے قصر خلافت میں ایک جماعت کو مدعو کیا۔ جنھوں نے حضور کی معیت میں ایک لمبی دعا کی اور چا نوش فرمائی ½ ۸ بجے شب بعد نماز مغرب حضور نے اپنی قرۃ العین بیٹی کو ایک لمبی دعا کے ساتھ صاحبزادہ منصور احمد صاحب کے ہمراہ موٹر میں سوار کرا کے رخصت کیا۔ جب دولہا دلہن کی موٹر روانہ ہوئی تو احباب جماعت نے (جو اس خوشی میں شرکت کے لئے جمع تھے) نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے اور اس طرح یہ مبارک جوڑا دعاؤں اور تکبیروں کی مبارک آوازوں میں گھر پہنچا۔

۲۸ ر اگست کو بعد دوپہر حضرت صاحبزادہ میرزا شریف احمد صاحب نے قادیان کے معززین ہندوؤں میں شیرینی تقسیم کرائی۔ اور اسی روز رات کو مغرب کے بعد اپنی کوٹھی کے وسیع صحن میں ۵۰۰ مردوں کو دعوت ولیمہ دی۔ دعوت کا انتظام بہت اعلیٰ تھا۔ ۲۹ ر کی شب کو مستورات کی ایک بڑی جماعت کو دعوت ولیمہ دی گئی ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک جوڑے کو ہر طرح سے پروان چڑھائے اور برکت پر برکت دے۔ آمین۔

مرزا گل محمد صاحب رئیس قادیان کی دوسری شادی

۲ ر ستمبر ۱۹۳۴ء کو جناب میرزا گل محمد صاحب رئیس قادیان اپنی دوسری دلہن کو بٹالہ سے بیاہ کر لائے۔ آپ کی یہ شادی مرزا اکرم بیگ صاحب سب انسپکٹر بٹالہ کی دختر بلند اختر سے ہوئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس جوڑے کو بھی برکت دے۔ اور نیک اولاد عطا فرما کر خرسند کرے۔

الحکم اس تقریب پر مرزا صاحب موصوف کو اور انکے خاندان کے دیگر ممبران کو صدق دل سے مبارکباد عرض کرتا ہے۔

(ایڈیٹر)

پیدائش کی غرض

عزیز مکرم چودھری نورالدین صاحب بھٹی سٹوڈنٹ بی۔ اے کلاس مولوی چراغ الدین صاحب منشی فاضل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول گورداسپور کے صاحبزادے ہیں۔ یہ ان کا پہلا مضمون ہے۔ اگرچہ الحکم ایسے مضامین کو جو سیرت مسیح موعود کے ماحول سے باہر ہوں شائع نہیں کرتا۔ مگر عزیز مکرم کی حوصلہ افزائی کے لئے اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ مضمون کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیز میں ترقی کرنے والی روح ہے۔ اور مضمون نویسی کی طرف رغبت ہے۔ اگر انھوں نے اس میں مزید توجہ دی تو وہ اچھی ترقی کر جائینگے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور علم میں برکت دے۔ (ایڈیٹر)

آج ہم جس دنیا میں آباد ہیں اس کو پیدا ہوئے لاکھوں سال گزر گئے اور اس مدت میں اس تختہ ارض پر ہزاروں انقلابات آئے چونکہ دنیا کی بہترین خاصیت ترقی تھی۔ ہر ایک چیز میں سالہا سال تک ارتقا ہوتا رہا۔ اور نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا زمانہ کے مد و جزر کو برداشت کرتی ہوئی اس حالت تک پہنچ گئی ہے اخلاقیات میں کئی تبدیلیاں ہوئیں۔ سیاسیات نے ہزارہا چکر کھائے۔ اور انسان کی جولانیٔ طبع نے بے شمار خزانے علوم کے اگل دیئے۔ خدا نے اپنی مخلوق کو راہ راست پر لانے کے لئے سینکڑوں نبی بھیجے۔ اور انھوں نے تعلیم مقررہ سے لوگوں کو مستفید کیا۔ مگر دنیت جیسی طاقت نے انسانی نفس سے ان قیمتی صداقتوں کے نشانات محو کر دیا مگر ان کو تازہ کرنے کے لئے خدا پھر رسول بھیجتا رہا۔

غرض اسیطرح زندگی کی کشمکش جاری رہی اور ابد تک جاری رہے گی۔ انسان نے اپنے لئے مختلف مقصد تجویز کئے اور ان کے حصول کے لئے تگ و دو میں مصروف رہا۔ مگر آج جبکہ دنیا لاکھوں سال کے ارتقا کے بعد ترقی شدہ حالت میں ہمارے سامنے آئی ہے۔ اب ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا کا مقصد ایک ہو۔

پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب موقع نہیں کہ گذرے ہوئے لوگوں کی طرح لوگ اپنے اعتقادات پر کورانہ تقلید کریں۔ بلکہ اب ہر ایک انسان اچھے سے اچھے خیالات کو اخذ کر سکتا ہے آجکل خیالات کی جنگ ہے۔ اور اس میں صرف وہی خیالات زندہ رہیں گے جو عقل والہام کے مطابق اپنے اندر طاقت رکھتے ہیں۔ اور سب وہ خیالات جو ناپسند اور غیر معقول ہیں ایک گندے مادے کی طرح نفس سے باہر پھینک دیئے جائینگے۔

سو اب اس خیالات اور نظریات کی جنگ میں یہ لازم آتا ہے کہ زندگی کا وہ نظریہ جو اپنے اندر بے شمار فوائد رکھتا ہے۔ اور جو تمام دنیا کو صلح و آشتی پر قائم رکھ سکتا ہے۔ باقی سب باطل نظریوں پر سبقت لے جائے۔ اب تو دنیا ایک ہو رہی ہے اور لوگوں کے معاملات وسیع ہیں محدود نہیں ... دنیا کی اقتصادیات اور سیاسیات اس امر پر مجبور کر رہی ہیں۔ کہ "مقصد زندگی" تمام دنیا کا ایک ہونا چاہیئے۔ اور اسی میں تمام دنیا کی فلاح ہے۔

سرمایہ داری مقصد زندگی نہیں ہو سکتا

آجکل جو خرابیاں ہمیں نظر آ رہی ہیں ان کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کا مقصد زندگی حصول دولت بن چکا ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی کشمکش میں روپیہ کی افراط ہی بہترین مشغل ہے۔ نتیجۃً سرمایہ داری گو چند لوگوں کے لئے تو نعمت ہو جاتی ہے۔ مگر اکثریت کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔ اسلئے سوسائٹی کا مفاد یہ چاہتا ہے۔ کہ سرمایہ کسی ایک شخص کے قبضہ میں نہ رہے۔ بلکہ تمام لوگوں میں کم و بیش بانٹا جائے۔ جس سے اکثریت خوشحال اور زندہ رہے سرمایہ داری اتنا تباہ کن عمل ہے کہ جس سے ہزارہا لوگ روزانہ ضرورتوں سے بھی محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً لوگ سود وصولی روپے کے لئے لیتے ہیں۔ اور سود ایک ایسا چکر ہے جو ایکدفعہ اس میں پھنس جائے مرتے دم تک نکلتا نہیں۔ کیا ایسا مقصد جس سے دنیا میں تکلیف اور درد پیدا ہو اور جو دنیا کو ... ترقی کی بجائے تنزل کی طرف لے جائے کسی طور بھی دیرپا ہو سکتا ہے؟ یقینی طور پر جو دنیا کی خوشحالی میں حائل ہیں۔ وہ دنیا سے کاٹے جائینگے۔ اور یہ پائدار صحیح اور درست نظریہ کی نظر کی جائے گی۔ ازل سے لے کر آجتک دنیا کا یہی طریقہ رہا ہے اور رہے گا۔

پس وہ مقصود زندگی جو دنیا کی آخر تک ترقی کی طرف لے جاتا ہے اور جس سے ہر انسان بہتر بن سکتا ہے یہی ہے کہ ہم خدا کے عبد بن جائیں۔ اگر دنیا کو ہم ایک دائرہ فرض کریں تو خدا اس کا مرکز ہے۔ اور جسطرح دائرے کے محیط سے مرکز تک ہزارہا لائنیں برابر کھینچی جا سکتی ہیں اسی طرح خدا مرکز ہیں سب انسانوں سے ایک جیسا تعلق رکھتا ہے۔ اس نے انسانوں میں طاقتیں اور صفات ودیعت کی ہیں۔ جن سے وہ اس دنیا کی تگ و دو میں حصہ لیتا ہے اور اسی خالق کون نے اپنے بندوں کے لئے ایک "مقصد زندگی" تجویز کیا ہے تاکہ خوشحالی دنیا میں قائم رکھے اور نیکی اپنے پھل دے۔ اور تا بدی اپنی تمام شرارتوں کے ساتھ اس خیاباں ہستی سے جلاوطن کر دیجائے اور وہ یہ ہے کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ یعنی ہمنے انسان اور جن کو صرف اسلیئے پیدا کیا ہے کہ وہ ہمارے عبد بن جائیں۔

انسان خدا تو نہیں ہو سکتا۔ مگر خدا نما ضرور ہو سکتا ہے خدا نے اس میں وہ طاقتیں رکھی ہیں اور وہ استعدادیں اس میں پنہاں ہیں کہ کوشش کرے تو فرشتوں سے بہتر ہو۔ مگر یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ ہم خدا تعالےٰ کی صفات کو اپنے اندر جذب کریں اور اس جیسا بننے کی کوشش کریں

حصول مقصد کے لئے صفات الٰہی اختیار کرو۔

ہم راہ سلوک میں اتنی محبت سے قدم رکھیں کہ اپنے آپ کو خدا کی ہستی میں فنا کر دیں۔ اور پھر ایسا ہو کہ خدا کی رضا ہماری رضا ہو اور اس کا ارادہ ہمارا ارادہ فرمایا ہمارے ہاتھ بن جائے جس سے ہم کام کریں۔ وہ ہماری زبان بن جائے کہ جس سے ہم بولیں اور کان بھی وہی جس سے ہم سنیں۔ اور پاؤں بھی وہی کہ جس سے ہم چلیں اور یوں ہو کہ نیکی ہم میں اسطرح سرایت کر جائے جیسے خون رگ و ریشہ میں دوڑتا ہے اور بدی اس طرح کاٹ دی جائے جیسا کہ اس کا وجود ہی نہیں

اور یہ "مقصد زندگی" کسی واحد انسان کے لئے مخصوص نہیں۔ بلکہ ہر خاص و عام اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ نہ صرف یہ ایشیا کے لئے اچھا ہے۔ بلکہ یورپ کے لئے بھی ویسا ہی مفید ہے۔ اور نہ صرف امریکہ کے لوگ ہی اس پر کاربند ہو سکتے ہیں۔ بلکہ تمام روئے زمین کے لوگ بلا امتیاز رنگ و نسل اس پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں

دنیا نے ہزارہا نسخے آزمائے ہیں۔ اور ان کی خامیوں کو دیکھکر اسے ان کو چھوڑنا پڑا ہے۔ اور اب اتنے عرصہ کے چکر کے بعد اب دنیا اس کی طرف آ رہی ہے۔ اور اس نسخہ میں اپنی بیماری کی دوا پائے گی اور دائمی شفا حاصل کرے گی۔ مبارک ہے وہ جو جلد جلد قدم اٹھاتا ہے اور اس میں برکت ڈھونڈھتا ہے۔

صفات الٰہیہ

اب ہم خدا کی صفات کا ذکر کرینگے۔ تا دیکھنے والے غیر فانی صداقتوں سے محظوظ ہوں۔ خدا رحمٰن ہے اور وہ رحیم بھی ہے یعنی وہ بغیر عمل کے بھی دیتا ہے اور عمل کی جزا ضرور دیتا ہے۔ اب اگر تمام لوگ رحمٰن اور رحیم بھی بنیں تو دنیا کی اقتصادی بیماریاں دور ہو جائیں صفت رحمیت چاہتی ہے کہ لوگوں کو محتاج دیکھ کر انسان بغیر عمل کے ان کی ضرورت کو پورا کرے۔ گویا اس میں خود غرضی کو دور کر کے خلق اللہ سے سچی ہمدردی سکھائی گئی ہے غربت اور بیکاری اس اصل کے ماتحت دور ہو سکتے ہیں۔ پھر رحیمیت کی صفت سے جو انسان موصوف ہوگا۔ وہ کبھی کسی کا حق نہیں مارے گا اور ہمیشہ کارندوں کو واجب معاوضہ دینے کے لئے تیار رہیگا۔ ظلم و استبداد، ہڑتالوں اور فسادات کی داستانیں بھلا دی جائیں اگر تمام لوگ اس صفت کو اخذ کریں۔

خدا کی صفات مجموعہ ہیں تمام نیکیوں کا۔
اور وہ انسان جو ان کو اخذ کرتا ہے۔ گویا
وہ دنیا میں راستبازی کا بیج بوتا ہے
دنیا میں دولت پرستی اور قوم پرستی
کا جذبہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ
جب عقائد اور اصول آپس میں ٹکر
کھاتے ہیں تو ان کی لاچاری کا
احساس ہوتا ہے۔ لیکن اب وہ
دن نزدیک ہیں کہ دنیا کا
مذہب ایک ہو اور
اسکا مقصد زندگی
صرف ایک ہی ہو
کہ
انسان خدا تعالےٰ کا
سچا عبد
ہو

میں کیونکر احمدی ہوا

از چودھری عبدالرحیم صاحب سابق سردار جگت سنگھ

چودھری عبدالرحیم صاحب سلسلہ کے بہت بڑے مخلصین میں سے ہیں۔ آج کی اشاعت میں آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے حالات "میں کیونکر احمدی ہوا" قارئین الحکم کے لئے شائع کر رہا ہوں۔ چودھری صاحب کے احمدیت میں آنے کے بعد کے حالات حضرت والد صاحب قبلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کے عنوان کے ماتحت انشاء اللہ خود لکھیں گے۔ چودھری صاحب سکھ زمینداروں کے ایک معزز خاندان کے رکن تھے۔ آپ کا اصل وطن ضلع لاہور میں موضع سرسنگھ ہے۔ آپ ایک عرصہ دراز سے قادیان میں مہاجر ہیں۔ اور دارالفضل میں اپنے ذاتی مکان میں سکونت پذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان مخلص بزرگوں کو لمبی عمر عطا فرمائے۔ تاکہ لوگ ان کی پاک صحبت سے مستفید ہو سکیں۔ (آمین)

انسان کو اللہ تعالیٰ کس طرح اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اس کا جواب اور معقول جواب یہی ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

بظاہر سرگذشت اور واقعات میرے اسلام میں آنے کے یہ ہوئے۔ جو پہلے پہل ہی احمدیت یا یوں کہیں کہ احمد مرسل یزدانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر اسلام لانے اور بیعت کرنے پر ایک وقت ہی دو لطف اپنے اندر لئے ہوئے تھے۔ گو بیعت میں نے ۱۸۹۶ء میں جبکہ میں ابھی سکھوں کے لباس میں تھا۔ اور بالکل قادیان آجانے کا موقعہ ۸ مارچ ۱۸۹۵ء کو بفضلہ میسر آیا لیکن ۹۶ء میں بیعت کا شرف مجھے عطا ہونا اسی وقت ہی اسلام لانے کی خفیفت کو اپنے اندر لئے ہوئے تھا۔ اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نور فراست کی بھی ایک اعلےٰ درجہ کی دلیل ہے۔ کہ آپ مجھے اگر مسلمان خیال بلکہ یقین نہیں کر رہے تھے۔ تو اس بیعت میں نہایت مزیدار لطف بجز اس کے اور کیا تھا۔ میں اپنے محسن مولےٰ کا نہایت ہی شکر گزار ہوں۔ کہ اس نے مجھے ایسے آسمانی ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا موقعہ اس وقت دیا۔ جس کے لئے آباؤ اجداد سے مسلمان کہلانے والے بہت کچھ متردد تھے۔ اور شکوک و شبہات اور تزلزلات میں پڑے ہوئے تھے۔ یہی وہ خاص یزدانی کشش تھی جو کام کر گئی۔ ورنہ میں اور یہ فضل اور ایسا بے مثل احسان۔ لربنا الحمد لربنا الحمد۔

جب میں چوتھی پرائمری میں پڑھا کرتا تھا۔ اس وقت رسوم ہند بھی ہماری درسی کتاب تھی جس میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کچھ مختصراً دیا ہوا تھا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حال جب میں نے پڑھا۔ تو میرے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے۔ یہ لوگ بڑے اچھے تھے۔ میرے وقت میں اگر کوئی انسان ایسا ہو۔ تو میں تو اس کو ضرور ہی مان لوں۔ جس مہربان آقا نے مجھے ایسا دل بچپن میں دیا تھا۔ مجھے اس پر پورا بھروسہ ہے۔ کہ وہ بالآخر مجھے چھوڑ نہیں دیگا۔ اور احمدیت پر جو حقیقی اسلام کا آئینہ ہے۔ میرا خاتمہ بالخیر کرتے ہوئے جنت میں ایک گھر بھی مجھے ضرور ہی عطا فرمائے گا۔ رب علیک توکلت والیک انبت والیک المصیر۔

اردو مڈل پاس ہوگیا۔ وظیفہ سرکاری للعہ روپے ماہوار ملا۔ اور سپیشل کلاس میں لاہور پڑھنے کیلئے ہم کو (مجھکو اور میرے بھائی کو) بھیجدیا گیا۔ لاہور ان دنوں ۱۸۹۱ء میں ہر طرف ہی مذہبی چرچا رہتا تھا۔ عیسائی بازاروں میں اسی طرح آریہ اور سکھ الگ الگ اپنے پرچار کرتے ہوئے بکثرت دکھائی دیتے تھے۔ ان وعظوں نے مذہب کی طرف بالکل ملال پیدا کر دیا۔ اور طبیعت نے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ جس مذہب میں ہیں بس وہی اچھا ہے لیکن مذکورہ سنہ کے آخر میں ہی میں رسالہ ۱۲ میں ملتان بھرتی ہوگیا۔ اور قریباً چھ ماہ کے بعد ہم سیالکوٹ میں آگئے۔ یہاں سردار سندر سنگھ صاحب ساکن دھرم کوٹ بگہ۔ رفیق اور محرم راز بن گئے۔ آپ نے ہی مجھے اسلام کی موٹی موٹی خوبیاں بتائیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پتہ بھی آپ ہی سے مجھکو ملا۔ ابتداء میں میں نے سردار صاحب کی مخالفت کی۔ اور اس خیال پر کہ ہمارے مذہب میں بھی بزرگ گذرے ہیں کیا ضرورت ہے۔ کہ ہم دوسرے مذہبوں کے خوشہ چین بنیں۔ ہاں اب اگر کوئی انسان اسلام میں خدا تعالےٰ سے ہم کلام ہوتا ہو۔ جو اس کے معجزات کرامات ہوں۔ تو بیشک قابل اتباع ہو سکتا ہے۔ اور ایسے شخص کی اطاعت میں اللہ تعالےٰ کی رضامندی کا حصول یقینی ہے۔ اس پر انہوں نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پورا حال بھی بتایا۔ اور قادیان کا راستہ وغیرہ بھی بتایا۔ چنانچہ رسالہ میں جب میری رخصت کا وقت آیا۔ تو میں پہلے سیدھا قادیان پہونچا۔ یہی ۹۶ء کا زمانہ تھا۔ میں یہاں چند ایام رہا۔ اور رو رو کر دعا مانگ کر بیعت کی نعمت سے بفضلہ تعالےٰ شرف حاصل کر لیا۔ بیعت کرنیکے بعد میں نے اپنے گاؤں میں ۲ ماہ کے قریب ایام رخصت بسر کئے۔ ساری نماز یاد کی اور پڑھنے کا راز بھی معلوم کر لیا۔ آتھم کے مرنے پر جبکہ میں گاؤں میں تھا ہیڈ ماسٹر سکول نے مجھ پر اعتراض کئے۔ مگر قادیان سے مجھکو آتھم کے متعلق کافی اطلاع بذریعہ اشتہار بھیج دی گئی۔ جس سے میں ہیڈ ماسٹر صاحب سے گفتگو کرنے کے قابل ہوگیا۔ یہ نہیں معلوم کہ یہاں کے ہندوؤں نے یا کس نے وہاں اطلاع بھیجدی۔ کہ یہ شخص مسلمان ہو رہا ہے۔ رسالہ میں جا کر قریباً نماز کا پابند رہا۔ اور مولوی عبدالکریم صاحب کا پتہ قادیان سے دریافت کر کے سیالکوٹ شہر میں پھر پھرا کر نکال لیا۔ آپ سے درس قرآن کچھ دنوں سنا۔ مگر سکھوں کو جب پتہ لگ گیا۔ تو انہوں نے سردار کو اکسا کر اس نعمت سے محروم کر دیا۔ دوپہر کے وقت یعنی اس نعمت سے محروم ہونیکے چند روز پہلے بیٹھے ایک رؤیا دیکھی۔ کہ میں اندھا ہوگیا ہوں۔ گھبراہٹ کی حد نہ رہی جب میں یہ خیال کر رہا تھا۔ کہ اب ساری عمر دیواروں سے ٹکریں کھا کر گذریگی۔ سخت اضطراب کے بعد جب آنکھ کھلی۔ تو جوانی کی نیند بمشکل آنکھیں کھلیں اور کچھ دل کو ڈھارس ہوئی۔ کہ پورا اندھا تو نہیں ہوا۔ پھر جب پورا تنبہ ہوا تو اسکو خواب سمجھکر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسکی تعبیر خط لکھکر دریافت کی۔ کارڈ میں جواباً یوں تحریر تھا۔ کہ تم کو دینی صدمہ پہونچیگا۔ توبہ استغفار خوب اچھی طرح کرنا چاہیئے۔ وہ اندھا ہونا قرآن کریم کے درس سے گویا محروم ہونا تھا۔ جو اللہ تعالےٰ نے پہلے ہی سمجھا دیا تھا۔ رمضان کا مہینہ بڑا ہی مبارک مہینہ آیا جس میں پہلے روزے رکھنے شروع کئے۔ مگر سکھوں میں اس سے ایسی کھلبلی پڑ گئی۔ کہ انہوں نے سارا زور لگا کر مجھکو مجبور کیا۔ کہ میں استعفےٰ دیدوں۔ بحولہ تعالےٰ بخوشی استعفےٰ دیدیا۔ اور سیدھا قادیان پہنچا۔ یہاں آ کر الحمد للہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے نہلا دھلا کر مسلمانوں سی ظاہری شکل بھی بنا دی۔ رسالہ میں منشی جلال الدین صاحب کی سنجیدہ اور خدا ترس متین طبیعت نے مجھ پر بہت ہی اثر کیا۔ فتح اسلام میں نے اپنے ہاتھوں سے سارا نقل کیا۔ کیونکہ یہ اس وقت چھپا ہوا نہیں ملتا تھا۔ الغرض احمدیت اور اسلام کی نعمت بزور اس طرح اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے عطا کی۔ ورنہ سکھ ہونا اور جوانی کی مستی اور نئی نئی ترقی اور حکام کی نظر میں بار بار پھر سے رہنا میری اپنی کوشش سے ان بلاؤں سے نکلنا بہت ہی دور کے ممکنات سے تھا۔ نہیں بلکہ نہایت ہی ناممکن تھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

۸ مارچ ۱۸۹۵ء سے اب کہ ۱۹۳۴ء ہے اللہ تعالےٰ نے یہاں قادیان میں میری پرورش کے بہت اچھی طرح سامان مہیا کئے میرا کچھ روپیہ جو مجھے رسالہ سے ملا تھا جب نماز ظہر سے پہلے ختم ہوگیا اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے حساب کر کے مجھے اطلاع دی۔ کہ آج آپ کا روپیہ ختم ہوگیا ہے۔ تو مجھے میر اسنگھ کا مقولہ یاد آ کر سخت ہی قلق اور اضطراب پیدا ہوا۔ وہ یوں کہا کرتا تھا۔ کہ دیکھو جھمی ماتا کو دلتیاں چلاتے ہو۔ تین سال کے بعد تم نہ مانگتے پھرو۔ تو مجھے کہنا اور جو چاہے کہنا۔ مجھے رہ رہ کر خیال آتا تھا۔ کہ نائی دھوبی۔ کپڑا۔ دیگر ضروریات کیا ان سب کے لئے میں دست سوال دراز کرتا پھرونگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ عربی کی تعلیم اور طب کی تکمیل کیلئے مجھے باپ سے زیادہ شفقت کرتے ہوئے اپنے اوقات سے اکثر حصہ دے رہے تھے۔ مگر ابھی صحاح ستہ سے بخاری کا کچھ حصہ رہتا تھا۔ ہاں اسی پریشانی میں میں نے وضو کر کے اذان کے بعد سنتوں میں خوب رو رو کر دعا کی۔ اور اس وقت میر اسنگھ کے الفاظ نے اور بے سروسامانی کی بھیانک شکل نے دل کھول کر میری خوب ہی ساعدت کی۔ قدرت حق نے محض اپنے ہی وجود سے نماز ظہر کے بعد دو روپے ماہوار کا مجھے ٹیوٹر مقرر کروا دیا۔ جو میری ازحد خوشی اور دُعا کی قبولیت کا بیّن نشان بنا۔

اب میں ۲۹ سالہ ملازمت کے بعد پنشن لے رہا ہوں۔ اور میری روح من یہاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ الخ کو جب بھی اپنے سامنے دیکھتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے کلام کی تصدیق کو اور اسکے دیرپا امتنان اور احسان کو جو ہمیشہ میرے شامل حال رہا ہے۔ وہ ۱۵۰ سے بہت زیادہ مبین آیات میں میرے سامنے لے آتی ہے۔ اور اسطرح شکرانے اور تعبد عاجزانہ کے لئے اکثر عمر سے عمدہ [illegible] فالحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانبیاء والمرسلین۔

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع نواب منزل الحکم سٹریٹ قادیان دارالامان سے شائع ہوا)